سے وہاں پھیلی نیلاہٹ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ گہری ہوتی جا رہی تھی۔

"ہڈ اتار دیں۔" کمشنر نے بیٹھتے ساتھ اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سیدھی ہو کے بیٹھی، آنکھوں کی پتلیاں سکیڑے غصے سے اسے دیکھے گئی۔ پھر ہڈ پیچھے گرا دی۔

"آپ کو یہ زخم کیسے پیش آئے؟" وہ اس کے سامنے بیٹھا اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"لائٹ آہستہ کر دیں۔" اس نے ماتھے کے اوپر ہاتھ کا چھجا بنا لیا۔ چہرے پہ خوف سا پھیلنے لگا تھا۔

"آپ کو اندھیروں میں رہنے کی عادت ہو گئی ہے شاید۔ اسی لیے آپ یہاں کسی کو فیس نہیں کر پا رہیں۔"

"مجھے... مجھے اپنے آفس میں لے جائیں۔ میں یہاں نہیں بیٹھ سکتی۔" اس نے سر جھکا دیا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ وہ روشنی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"کیا آپ کو روشنی کا فوبیا ہے؟"

اس نے چہرہ اٹھا کے برہمی سے کمشنر کو دیکھا۔ "مجھے ایک دفعہ پہلے بھی اسی طرح گرفتار کیا گیا تھا۔ مگر وہ سب ایک پرینک تھا۔ مجھے اس... اس تفتیش کمرے کا فوبیا ہے۔"

"ہوں۔ یہاں آنے سے وہ ساری یادیں واپس آ رہی ہیں؟"

تالیہ نے کرب سے آنکھیں میچ لیں اور سر جھکا دیا۔ دونوں ہاتھ کنپٹیوں پہ رکھ لیے۔

"آپ اتنا عرصہ کہاں تھیں؟"

"میں اپنے وکیل کی غیر موجودگی میں کچھ نہیں بولوں گی۔" سختی سے آنکھیں میچے وہ بولی۔

"ابھی آپ نے اپنے وکیل کو جو کال کی تھی وہ اسپیکر فون پہ میں نے سنی تھی۔ وہ آپ سے کہہ رہے تھے کہ ہم پولیس والے آپ کو بولنے پہ اکسائیں گے اور آپ نے صرف خاموش رہنا ہے۔ لیکن پچ تالیہ...." وہ آگے کو ہوا اور نرمی سے بولا۔ "ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں۔ آپ جب تک اپنی کہانی ہمیں نہیں سنائیں گی ہم کیسے آپ کی مدد کریں گے۔"

وہ کنپٹیوں پہ ہاتھ رکھے آنکھیں میچے بیٹھی رہی۔

"آپ نے عصرہ کا قتل کیوں کیا؟"

"میں نے عصرہ کا قتل نہیں کیا۔" اس نے آنکھیں کھولیں اور کمشنر کو دیکھ کے غرائی۔

"یعنی آپ بے قصور تھیں؟" آفیسر کا لہجہ مزید نرم ہوا۔ تالیہ کے ابرو اکٹھے ہوئے۔ پلکیں جھپکائیں۔ کمشنر کو محسوس ہوا وہ آنکھوں کو تیز روشنی کا عادی کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

''آپ میرے ساتھ گڈ کاپ کھیل رہے ہیں؟ میں کچھ نہیں بولوں گی۔''

''نہیں۔ مجھے واقعی اس کیس کے مندرجات پہ شک ہے۔ آپ میرے ساتھ تعاون کریں تو ہم کوئی حل نکال لیں گے۔ لیکن اگر آپ بے قصور تھیں تو پچھلے سال تک مفرور کیوں رہیں؟''

''میں مفرور نہیں تھی۔'' وہ تیزی سے بولی۔ پھر دروازے کو دیکھا۔ ''میرے وکیل ابھی تک کیوں نہیں آئے؟''

''تو پھر آپ کہاں تھیں؟'' وہ اس کی آنکھوں سے نگاہیں ہٹائے بغیر بولا۔

''میں....'' اس نے لب کاٹے۔ ''میں اپنی مرضی سے غائب نہیں ہوئی تھی۔''

''یعنی کسی نے آپ کو غائب کیا تھا؟''

آئینے کے پار تین افسران کھڑے غور سے اس کمرے میں جھانک رہے تھے۔ تالیہ ان کو نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن وہ اسے دیکھ سکتے تھے۔ ان کے پاس نصب اسکرینز پہ اس کے چہرے کا کلوز اپ دکھایا جا رہا تھا۔ اس کا ہر لفظ ریکارڈ کیا جا رہا تھا۔

''مجھے.... مجھے اغوا کیا گیا تھا۔'' اس نے کہنے کے ساتھ خشک لبوں پہ زبان پھیری۔ دیوار پہ لگی تیز روشنی اس کی آنکھوں میں پڑ رہی تھی۔

''کس نے اغوا کیا تھا آپ کو؟''

''مجھے نہیں پتہ۔ میں نے اغوا کاروں کا چہرہ نہیں دیکھا۔'' اس نے پھر سے دروازے کو دیکھا۔ مٹھیاں میز پہ رکھے وہ روشنی کے باعث چہرے کو تر چھا کیے بیٹھی تھی۔ آفیسر کی آنکھوں میں نہیں دیکھ رہی تھی۔

''تالیہ.... آپ کو اپنا دعویٰ ثابت کرنا پڑے گا۔'' کمشنر کا لہجہ ایک دم بدل گیا۔ تالیہ نے چونک کے اسے دیکھا۔

''پچھلے سال تک آپ کو کس نے اغوا کر کے رکھا ہوا تھا؟'' وہ اب سختی سے پوچھ رہا تھا۔

''مجھے.... نہیں پتہ۔''

''انہوں نے آپ کو اغوا کر کے جس جگہ رکھا تھا اس کے بارے میں بتائیں۔''

وہ لمحے بھر کو چپ ہوئی۔ ''پتہ نہیں۔ میری آنکھوں پہ پٹی تھی۔'' توقف سے سوچ سوچ کے بولنے لگی۔ ''جب پٹی کھلتی تو ایک.... مستطیل سا کمرہ نظر آتا۔''

''اس کمرے میں کوئی دروازہ تھا؟''

''نہیں۔ ہاں۔ ہاں تھا۔'' وہ تیزی سے بولی۔ تیز روشنی کے سامنے ماتھے پہ ہاتھ کا چھجا پھر سے بنا لیا۔ ''اصل میں وہ کمرہ نہیں تھا۔''

''اچھا۔ وہ کیا تھا؟'' وہ تحمل سے بولا۔

''وہ.... کسی ٹرک کا کنٹینر تھا۔ وہ... وہ موو کر رہا ہوتا تھا۔ کیا آپ اس روشنی کو ہلکا نہیں کر سکتے؟''

''کسی اغوا کار کی شکل دیکھی تھی آپ نے؟''

''نہیں۔ انہوں نے ماسک پہن رکھے تھے۔''

''آف کورس انہوں نے ماسک پہن رکھے تھے۔'' وہ بیزاری چھپا کے بولا۔ ''آپ وہاں سے کیسے بھاگیں؟''

''میں.... پتہ نہیں۔ میں نے ایک دن ایک اغوا کار پہ حملہ کر دیا جب وہ میرے ہاتھ باندھ رہا تھا۔ میں اسے گرا کے باہر نکل آئی۔ وہ ملاکہ کی کوئی سڑک تھی۔ بس میں وہاں سے بھاگ گئی۔''

''جس سڑک پہ آپ اس کنٹینر سے نکلیں.... وہ سڑک یاد ہے کون سی تھی؟''

''جونکر اسٹریٹ۔'' وہ تیزی سے بولی۔

''اور کنٹینر کا رنگ کیا تھا؟''

''رنگ؟'' وہ ٹکر ٹکر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

''اگر آپ یہ دیکھ سکتی ہیں کہ وہ سڑک کون سی تھی تو یقیناً ایک دفعہ مڑ کے اس کنٹینر کو بھی دیکھا ہو گا جو اتنے سال سے آپ کو مقید کیے ہوئے تھا۔''

''پتہ نہیں۔ رات تھی۔ میں نے غور نہیں کیا۔ میرا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ نیلا یا شاید سرخ۔ شاید دونوں رنگ تھے۔''

''اور اس کا نمبر کیا تھا؟ اب یہ مت کہیے گا کہ آپ نے نمبر پلیٹ بھی نہیں دیکھی۔''

''وہ.... نمبر پلیٹ پہ مٹی لگی تھی.... آخر میں ڈبل سیون آتا تھا۔''

''عصرہ محمود سے آپ کا تعلق کیسا تھا؟''

وہ ایک دم چونک کے اسے دیکھنے لگی۔ پھر سیدھی ہو کے بیٹھی۔

''میں اپنے وکیل کی غیر موجودگی میں مزید کچھ نہیں کہوں گی۔'' وہ تیزی سے بولی تو کمشنر ہلکا سا مسکرایا۔ اس نے چند سوال مزید پوچھے لیکن وہ سختی سے لب آپس میں پیوست کیے بیٹھی رہی۔

اسی اثناء میں دروازہ کھلا اور ایک سپاہی احمد نظام کو ساتھ لیے اندر داخل ہوا۔ تالیہ نے گہری سانس اندر کھینچی۔

''آپ نے کچھ کہا تو نہیں؟'' انہوں نے دوسری کرسی سنبھالتے ہوئے تالیہ کو غور سے دیکھا۔ اس نے بس ابرو اچکا دیے۔

''آپ کی کلائنٹ نے چھ سال تک قید میں رکھے جانے کی ایک فلمی کہانی سنائی ہے جو اگر جھوٹی نکلی تو یہ مزید مشکل میں پڑ

جائیں گی۔'' کمشنر محظوظ انداز میں بولا تو احمد نظام نے صدمے سے اسے دیکھا۔

''اب آپ خاموش رہیں گی۔'' انہوں نے اسے گھور کے کہا۔ پھر کاغذات سامنے رکھتے ہوئے آفیسر کی طرف گھومے۔

اس نے پھر سے سر جھکا دیا اور آنکھیں سختی سے میچ لیں۔ تیز روشنی کا راستہ اب رک گیا تھا۔

☆☆=========☆☆

اشعر جس وقت گھر میں داخل ہوا' ملازم نے اطلاع دی کہ فاتح اس کا اسٹڈی میں انتظار کر رہا تھا۔ وہ اس لمحے کے لیے تیار تھا۔ اس لیے راہداری کی سیدھ میں آگے بڑھتا گیا۔ لیکن اسٹڈی میں داخل ہوتے ہی وہاں کا منظر اسے چونکا گیا۔

فاتح اکیلا نہیں تھا۔ اس کے دو قانونی مشیران اس کے سامنے کاغذات اور فائلز پھیلائے بیٹھے تھے۔ وہ ناخوشی سے ان میں سے ایک کو سن رہا تھا جو بہت فکرمندی سے کہہ رہا تھا۔

''واتو سری.... آپ ایک قتل کے الزام میں گرفتار ملزمہ سے نہیں مل سکتے۔ یہ بہت بڑا ایشو بن جائے گا۔''

''میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے تاکہ آپ اس ملاقات کو ارینج کریں' نا کہ مجھے نصیحت کریں۔'' وہ ماتھے پہ بل ڈالے بولا۔ آستین موڑے' ٹائی ڈھیلی کیے' وہ اپنی کرسی پہ بیٹھا شدید برہم نظر آتا تھا۔

''سر یہ ناممکن ہے۔ آپ پولیس اسٹیشن گئے تو اسکینڈل بن جائے گا۔ وہ آپ کی مرحومہ بیوی کے قتل کے الزام میں گرفتار ہے۔ آپ کا اس سے بات کرنا قانونی پیچیدگیوں کا موجب بنے گا۔ اور ہم اسے اس وقت پولیس اسٹیشن سے نکال کے کہیں اور نہیں لا سکتے۔''

''آپ اس سے ملنا چاہتے ہیں؟'' چوکھٹ پہ کھڑے اشعر نے بے یقینی سے کہا تو فاتح نے برہم نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔ اشعر کے ناک اور گال پہ بینڈیج لگے تھے۔ اور ایک آنکھ پہ نیل کا نشان تھا۔

فاتح اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ محفل برخاست ہونے کا اشارہ تھا۔ دونوں حضرات اپنی فائلز سمیٹ کے وہاں سے اٹھ گئے۔

وہ دونوں اکیلے رہ گئے تو اشعر نے دروازہ بند کیا اور اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔

''آپ کو اب بھی اس سے ہمدردی ہے؟'' اس نے بے یقینی اور غصے سے پوچھا۔

''تم نے اس کے لیے جال تیار کیا اور مجھے بتانا تک مناسب نہیں سمجھا؟ تم مجھ سے پوچھے بغیر اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا سکتے ہو؟'' وہ اس سے زیادہ غصے سے بولا تھا۔

وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے اور ان کے درمیان فقط ایک میز حائل تھی۔ اسٹڈی کی دیواریں.... کرسیاں....اور

فائلوں کے ڈھیر خاموشی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

''وہ میری بہن کی قاتل ہے۔ میں اسے سو دفعہ گرفتار کرواؤں گا۔'' اشعر کی آواز اونچی ہونے لگی۔

''وہی بہن جس کو جعلی پینٹنگ دلوا کے تم زمانے میں بدنام کرنے کا پلان کر رہے تھے؟ اس سب کے باوجود میں نے تمہیں اتنے سال اپنے ساتھ نہیں رکھا؟''

''اوہ.... اس طرح اس کا دفاع کرنے کا سوچیں بھی مت' ان فاتح۔'' وہ سرخ چہرے کے ساتھ چلایا۔

''اور تم مت بھولو کہ تم کس سے بات کر رہے ہو۔ یہ جو تمہارا مقام اور مرتبہ بنا ہوا ہے نا اشعر' یہ میرے ایک دستخط سے ختم بھی ہو سکتا ہے۔'' اس نے انگلی سے سینے پہ دستک دے کر غرا کے کہا تو اشعر ایک لمحے کے لیے چپ ہو گیا۔ اس کا چہرہ غصے سے دہکتا اب سیاہ پڑنے لگا تھا۔

''تالیہ نے عصرہ کا قتل نہیں کیا تھا۔ تم نے اس کو جتنا نقصان پہنچانا تھا' پہنچا لیا۔ مجھے یقین ہے وہ اپنی بے گناہی ثابت کر لے گی۔ لیکن اب تم اس کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کرو گے۔'' وہ اسے سختی سے تنبیہ کر رہا تھا۔

اشعر دونوں مٹھیاں میز پہ رکھ کے آگے جھکا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''یہ آپ کی بھول ہے کہ آپ مجھے اپنی بہن کی قاتل کے خلاف کچھ کرنے سے روک سکتے ہیں۔'' پھر زور سے میز پہ ہاتھ مارا۔

''تو پھر سن لو۔ میں اس کی ہر ممکن مدد کروں گا۔ اور میں اسے جیل سے نکال بھی لوں گا۔ تم مجھے نہیں روک سکو گے۔''

اشعر نے پھر سے میز پہ ہاتھ مارا اور غصے سے تن فن کرتا باہر نکل گیا۔ اپنے پیچھے اس نے دروازہ زور سے بند کیا تھا۔ فاتح نے نوچنے والے انداز میں ٹائی کھینچی اور فون اٹھا لیا۔

''کیا اپ ڈیٹ ہے؟'' کچھ دیر بعد اپنی کرسی پہ بیٹھے' وہ سنجیدگی سے فون پہ پوچھ رہا تھا۔ غصہ' برہمی' سب غائب تھا اور اس کا انداز اب ٹھنڈا تھا۔

''انٹیروگیشن جاری ہے۔ اس کا وکیل آ چکا ہے۔ وہ قتل کے بارے میں کچھ نہیں بتا رہی۔''

''کون ہے اس کا وکیل؟''

''احمد نظام۔ وہ ایک سابق پراسیکیوٹر تھا اور....''

''میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔ کیا اس نے بتایا ہے کہ اتنے سال وہ کہاں تھی؟'' پوچھتے ہوئے اس کی گردن میں گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی۔

''اس کا کہنا ہے کہ اسے اغوا کیا گیا تھا اور اتنے سال قید میں رکھا گیا۔ مگر اس کے انداز سے لگتا ہے وہ جھوٹ بول رہی ہے یا خوف کا شکار ہے۔''

''ہوں۔ مجھے آگاہ کرتے رہنا۔'' اس نے پرسوچ نظروں سے دور خلاء میں دیکھتے ہوئے کہا اور فون پرے ڈال دیا۔ ایک دم سے اس کی ساری دنیا ہی تلپٹ ہو کے رہ گئی تھی۔

چھے سال بعد وہ واپس آئی تھی۔ چھے سال وہ کہاں رہی؟ وہ اس سے کیوں نہیں ملی؟ اور اب اس کی زندگی میں کیا کیا بدل چکا تھا... ان سوالوں کے جوابات صرف تالیہ مراد کے پاس تھے۔ اور اس سے ملاقات کے سارے راستے بند تھے۔

☆☆==========☆☆

سری پردھانہ کی کھڑکیوں سے چھن کے آتی سرما کی دھوپ سارے آفس کو سینک رہی تھی۔ وان فاتح اپنی کرسی پہ بیٹھا ایک فائل کے صفحے پلٹتا نظر آ رہا تھا۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور سوٹ میں ملبوس شاہدان اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں آج بھی ایک سیاہ فولڈر تھا۔ وہ فاتح کو مخاطب کیے بغیر آگے آیا اور فولڈر شیلف میں رکھا۔ پھر میز کے سامنے جا کھڑا ہوا اور کھنکھارا۔

فاتح نے فائلوں سے سر اٹھا کیا ایک سوالیہ نظر اس پہ ڈالی۔

''یانگ دی امان برحرمت... مجھے آپ کو آگاہ کرنا تھا کہ... آج تالیہ مراد کی عدالت میں پیشی تھی۔ ان کے وکیل نے ضمانت کی درخواست دائر کی تھی۔''

''اور؟''

''ان کی ضمانت عدالت نے منظور کر لی ہے۔ ان کو رہا کر دیا گیا ہے۔''

ایک لمحے کے خاموش وقفے کے بعد فاتح نے سر کو خم دیا اور بولا۔ ''اوکے۔ اور کچھ؟''

''عدالت نے ضمانت کی رقم کافی بھاری مقرر کی تھی۔''

''کس نے رقم ادا کی؟''

''اہنکر پرسن ایڈم بن محمد نے۔ اس نے ٹویٹ کی ہے کہ اس نے تالیہ مراد کی کہانی کے رائٹس خرید لیے ہیں۔''

''ٹرائل کب شروع ہو رہا ہے؟''

''غالباً دو ہفتے بعد۔''

''ہوں۔ سلطان عبدالمالک تشریف لے آئے؟'' اس نے واپس کام کی طرف آتے ہوئے پوچھا۔

''قریباً تین منٹ تک وہ پہنچ جائیں گے۔'' شاہدان نے ایک نظر پیچھے شیلف پہ رکھی سیاہ فائلز کے اکٹھے ہوتے ڈھیر کو

دیکھا۔ پردھان منتری نے ان کو ابھی تک نہیں چھوا تھا۔ وہ کچھ کہنے لگا پھر سر جھکا اور اجازت لے کر مڑ گیا۔ اس کے جانے کے بعد فاتح نے ریموٹ اٹھایا اور دیوار پہ لگی ٹی وی اسکرین آن کی۔

غالباً ہر چینل ایک ہی خبر دکھا رہا تھا۔ عدالت کے باہر رپورٹرز کے نرغے میں تالیہ مراد اپنے وکیل کے ساتھ چلتی باہر آ رہی تھی۔ اس نے سیاہ منی کوٹ پہن رکھا تھا۔ آنکھوں پہ سیاہ شیشوں والے گلاسز تھے۔ کھلے بال کندھوں پہ گر رہے تھے۔ گال پہ سرخ بھورا نشان، ماتھے کا بینڈ ایج اور ہاتھ کی پٹی صاف دکھائی دیتی تھی۔

آج وہ کمپوزڈ اور سپاٹ نظر آتی تھی۔ رپورٹرز کے سوالات کی بوچھاڑ پہ سپاٹ چہرہ لیے خاموشی سے آگے بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ ایک کار میں بیٹھ گئی۔ وکیل صاحب بھی ساتھ بیٹھے۔ دروازہ بند ہوا اور کار آگے بڑھ گئی۔ اب رپورٹرز اپنے اپنے کیمروں کی طرف رخ کیے اس کیس کی تفصیلات بتانے لگے۔

اور وان فاتح ایک لمحے کے لیے تالیہ کے سپاٹ چہرے پہ اپنے سوالات کے جوابات ڈھونڈنے لگا۔

اس کے ساتھ پچھلے سال تک کیا بیتی۔ وہ کہاں تھی۔ اس نے رابطہ کیوں نہیں کیا؟ کیا وہ اپنے باپ کے پاس رہ گئی تھی؟ اس کے پاس ضائع کرنے کے لیے دوسرا لمحہ نہ تھا۔ اس نے اسکرین آف کر دی اور سامنے رکھے کاغذات کو دیکھنے لگا۔

دفعتاً دروازے کھول دیے گئے۔ دربان نے آ کے اطلاع دی۔

یانگ دی پرتوان اگونگ (بادشاہ سلامت) تشریف لا رہے تھے۔ وہ مسکرا کے اٹھ کھڑا ہوا۔

''توانکو'' کہتے ہوئے تعظیم پیش کی۔

عام دنوں کی نسبت سلطان عبدالملک سادہ سوٹ میں ملبوس تھے۔ سر پہ ٹوپی تک نہ تھی۔ کھچڑی بال، آنکھوں پہ چشمہ، اور چہرے پہ مسکراہٹ سجائے وہ آئے۔ شاہی آداب کے بعد دونوں اپنی کرسیوں پہ بیٹھ گئے تو انہوں نے بات کا آغاز کیا۔

''آپ مجھ سے تنہائی میں ملاقات کرنا چاہتے تھے، داتو سری؟''

''جی توانکو۔ میں خود آ جاتا۔ آپ نے زحمت کی۔'' الفاظ کے برعکس فاتح کا چہرہ سپاٹ اور لہجہ سرد تھا۔

''کوئی مسئلہ نہیں۔ آپ بتائیں۔ کوئی خاص بات تھی۔''

''توانکو... آپ نے تاریخ کا مطالعہ تو کیا ہوگا؟ میں اکثر کرتا ہوں۔'' وہ میز پہ ہاتھ باہم جما کے رکھے، سکون سے سامنے بیٹھے بادشاہ کو دیکھتے ہوئے اسی سرد لہجے میں کہنے لگا۔ ''قدیم ملاکہ میں سلاطین اپنے دائیں ہاتھ کے طور پہ ایک عہدیدار رکھتے تھے۔ اسے بنداہارا کہا جاتا تھا۔ سلطان اور بنداہارا دونوں تب تک حکومت میں رہتے جب تک ان کی طاقت مخالفین کی طاقت سے زیادہ رہتی۔ جہاں یہ توازن بگڑتا، وہاں ان کا تختہ الٹ جاتا۔''

''میں تاریخ سے واقف ہوں یا نگ دی امان برحرمت۔''

''پھر آپ اس بات سے بھی واقف ہوں گے کہ جدید دنیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ جیسے میں پانچ سال کے لیے منتخب ہو کے آتا ہوں' ویسے ہی سلطان بھی منتخب ہوتا ہے۔ میرے اور آپ میں فرق ہے' تو انکو۔''

''جیسا کہ؟''

''آپ کو بیٹلی (کار) پہ سفر کرنے کی اجازت حاصل ہے۔ لیکن پردھان منتری صرف اپنے ملک کی بنی کار استعمال کر سکتا ہے۔'' وہ سرد مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ سلطان مسکرا دیے اور ابرو اٹھائی۔

''آپ نے صرف یہ فرق جتانے کے لیے تو مجھے نہیں بلایا۔''

''جی' تو انکو۔ دوسرا فرق ہم میں یہ ہے کہ پردھان منتری ہمیشہ سلطان سے زیادہ اختیارات رکھتا ہے۔ آپ کا انتخاب تین ماہ قبل ہوا تھا۔ اس سے پہلے آپ ریاست کے حکمران تھے۔ نو ریاستوں کے حکمرانوں نے آپ کو چنا اور یہاں تک پہنچایا۔''

''آپ کھل کے بات کریں' دان فاتح۔'' وہ مسکرا کے بولا۔

''تو انکو۔'' وہ بھی مسکرایا۔ ''میں جانتا ہوں آپ کیا کر رہے ہیں۔ یہ بھی کہ چار ریاستوں کے سربراہ میرے خلاف آپ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ صوفیہ رحمٰن سے آپ کی ہمدردی برقرار ہے۔ اسی لیے میرے بل کو پاس ہونے سے روکنے کے لیے میرے اراکین کو آپ توڑ رہے ہیں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کے توڑ توڑ کے کہہ رہا تھا۔

''اور آپ ان اراکین کو اونچے عہدوں کا لالچ دے کر واپس بلا رہے ہیں۔''

''لوگ مجھ پہ اعتبار کرتے ہیں' تو انکو۔ لیکن جن نو ریاستوں کے حکمرانوں نے آپ کو سلطان بنایا ہے کیا وہ آپ پہ ہمیشہ اعتبار کرتے رہیں گے؟''

''یہ وقت بتائے گا کہ کون کس کو کرسی سے ہٹائے گا' داتو سری۔''

ایک خاموشی کا وقفہ دونوں کے درمیان حائل ہوا۔ پھر فاتح نے گہری سانس لی اور افسوس سے سر جھٹکا۔

''تو انکو... میں اس ملک کا پردھان منتری اس لیے بننا چاہتا تھا تا کہ میں اس ملک میں نئی پالیسیز لاؤں۔ نئے قوانین بناؤں۔ لیکن آپ لوگ مجھے وہ سب کرنے نہیں دینا چاہتے۔ آپ صرف مجھے نقصان نہیں پہنچا رہے۔ میرے لوگوں کو نقصان دے رہے ہیں۔ اس لیے کتنا اچھا ہو کہ آپ اپنے پانچ سال آرام سے حکومت کریں' اور خود کو محلاتی سازشوں سے لاتعلق کر کے اپنے اختیارات انجوائے کریں۔ اور مجھے میرا بل پاس کرنے دیں۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا تو وہ بھی اٹھے اور مسکرا کے قدرے حیرت سے اسے دیکھا۔

''آپ میری طرف سے فکر مند نہ ہوں' وان فاتح۔ آپ کے بل کے لیے میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔'' پھر بادشاہ سلامت نے اپنے کوٹ کا بٹن بند کیا' نادیدہ شکنیں درست کیں اور ایک نظر کونے میں لگے بورڈ کو دیکھا جو ابھی کور سے ڈھانکا ہوا تھا۔

''ان شاءاللہ اکثریت آپ کے ساتھ ہوگی۔''

''آپ پر دھان استرا انجوائے کریں' تو انکو۔ یہ کٹھن کام میرے لیے چھوڑ دیں۔'' وہ سرد مسکراہٹ کے ساتھ بولا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔

پیچھے شیلف پر رکھی سیاہ فائلیں اداسی سے ان دونوں کو مصافحہ کرتے ہوئے دیکھتی رہیں۔ جانے وہ ہاتھ انہیں کب چھوئیں گے؟ وہ انتظار کر رہی تھیں۔

☆☆=========☆☆

احمد نظام ڈرائیو کر رہے تھے اور وہ خاموشی سے فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی' کھڑکی سے باہر بھاگتے درختوں کو دیکھ رہی تھی۔

''کم از کم میں آزاد ہوں۔'' کچھ دیر بعد وہ بولی تو انہوں نے برہمی سے اسے دیکھا۔

''لیکن آپ نے اپنا کیس مزید خراب کر دیا ہے' تالیہ۔'' وہ برہمی سے بولے۔ کل سے اس پہ آیا غصہ بالآخر نکل آیا۔ ''میرے آنے سے پہلے آپ کو خاموش رہنا تھا۔ آپ کو اپنی گمشدگی کی اتنی لمبی اور بے سروپا کہانی سنانے کی ضرورت نہ تھی۔''

''میں panic کر گئی تھی.... او کے؟ مجھے انٹروگیشن روم اور ان کی تیز روشنیوں کا فوبیا ہے۔ مجھے پولیس کی قید میں جانے سے اس وقت سے ڈر لگتا ہے۔ میں ابھی تک اس چیز کو ہینڈل نہیں کر پا رہی۔ او کے؟ او کے؟'' وہ باہر دیکھتے ہوئے بولی۔

''آپ کی کہانی آپ کو مزید گلٹی ثابت کر دے گی' تالیہ۔ آپ کو سچ بولنا چاہیے تھا۔''

''سچ پہ کوئی بھی یقین نہ کرتا۔ آپ بھی نہیں۔ اغوا والی اسٹوری بہتر تھی۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں نکلتا۔'' وہ شانے اچکا کے بولی۔ احمد نظام نے تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے موڑ کاٹا۔

''آپ کے خیال میں وہ اس اسٹوری کو چیک نہیں کریں گے؟ وہ ایسا کنٹینر نہیں تلاش کریں گے؟ وہ آپ کے ان تین چار دنوں کی ساری فوٹیجز نکالیں گے۔ وہ آپ کے ہر قدم کو ری ٹریس کریں گے۔''

''ہاں تو میرے اغوا کار عقلمند تھے نا۔ انہوں نے اب تک کنٹینر کو آگ لگا دی ہو گی یا اسے پانی میں بہا دیا گیا ہو گا۔''

''آپ کس زمانے میں رہ رہی ہیں۔ انتہائی پروفائل کیس ہے یہ۔ وہ شہر کا ایک ایک کنٹینر ڈھونڈیں گے۔''

''زمانے سارے ایک سے ہی ہوتے ہیں' نظام صاحب۔آپ میری فکر نہ کریں۔وقت مجھ پہ بہت مہربان رہا ہے۔'' وہ تلخی سے کہہ کے کھڑکی سے باہر روشنی میں نہائے کے ایل کو دیکھنے لگی۔آج پہلی دفعہ....اتنے عرصے بعد...وہ تیز روشنی میں بغیر خوف کے شہر کو دیکھ رہی تھی۔

''آپ کو پی ایم سے ملنے جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔''

''اٹس فنی....اب ہر کوئی ان کو پی ایم کہتا ہے حالانکہ ان کا نام وان فاتح ہے۔اور اچھا ہی ہوا نا میں گرفتار ہوگئی۔یوں میری ضمانت بھی ہوگئی اور اب میں آزادی سے گھوم پھر سکتی ہوں۔''

''اور میں سوچ رہا ہوں کہ آپ کا کیس لے کر میں نے غلطی تو نہیں کر دی۔'' تالیہ نے خفگی سے انہیں دیکھا لیکن وہ اب ایک عمارت کے سامنے کار روک کے موضوع تبدیل کر گئے تھے۔

''میں نے اس بلڈنگ میں آپ کے لیے دو کمروں کا ایک اپارٹمنٹ کرائے پہ لے لیا ہے۔آپ یہاں بہتر محسوس کریں گی۔آپ کا سامان بھی موٹل سے اٹھوا کے یہاں منتقل کر دیا گیا۔'' ایک کی کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا۔

''شکریہ۔آپ تمام اخراجات میرے بل میں ڈال دیجئے گا۔'' وہ دروازہ کھول کے باہر نکلی اور سن گلاسز ماتھے پہ چڑھا کے گردن اٹھائے اس اونچی عمارت کو دیکھا۔

''میں پہلے ہی ڈال چکا ہوں۔ابھی آپ آرام کریں۔کل میرے آفس آیئے گا۔ہم آپ کے کیس پہ کام کریں گے۔''

اس نے چہرہ موڑ کے انہیں دیکھا اور آزردگی سے مسکرائی۔''بہت شکریہ' احمد نظام صاحب۔میری مدد کے لیے۔''

''میں نے کہا نا' میں آپ کے بل میں ساری رقم ڈال چکا ہوں۔ایڈم بھی صبح آفس آئے گا۔تب تک آپ آرام کریں۔''

وہ ہینڈ بیگ لیے آگے بڑھی اور عمارت کے قریب آئی۔خودکار دروازے کھلتے چلے گئے۔لیکن تالیہ اندر نہیں گئی۔وہ رک کے اس سوٹ میں ملبوس آدمی کو دیکھنے لگی جو اس کی طرف آ رہا تھا۔تالیہ نے دیکھا' اس کے پیچھے ایک سیاہ شیشوں والی لمبی سی کار کھڑی تھی۔

(ابھی میں اس نئے گھر میں داخل بھی نہیں ہوئی اور ان کو پہلے سے خبر ہوگئی۔)

''چے تالیہ۔'' اس نے قریب آ کے سر جھکا کے سلام کیا۔''میں سری پردھانہ سے آیا ہوں۔آپ کی پی ایم کے ساتھ اپائنٹمنٹ ہے۔انہوں نے آپ کو بلایا ہے؟''

''ابھی؟''

''نہیں۔کل صبح۔''

تمہارا نام کیا ہے؟“ اس نے سنجیدگی سے اس نوجوان کو دیکھا۔

”سریش۔“

”سریش... اپنے پردھان منتری سے کہو تالیہ مراد ان سے نہیں ملنا چاہتی۔“

سریش ٹکر ٹکر اس کا چہرہ دیکھنے لگا جیسے اس جواب کی امید نہ ہو۔

”بے تالیہ... میں ان کو آپ کے انکار کی کیا وجہ بتاؤں؟“

”ان سے پوچھنا کہ وہ مجھ سے ملنے حوالات میں کیوں نہیں آئے؟“

”گستاخی معاف، بے تالیہ، لیکن ملک کا حکمران ایک قیدی سے ملنے نہیں آ سکتا۔“

”اچھا؟“ اسے سر سے پیر تک دیکھا۔ ”میں تو آئی تھی۔“ جتا کے بولی اور مڑ گئی۔ سرکاری اہلکار بے بسی سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔

”اور پھر میری بات کے جواب میں انہوں نے کہا کہ میں تو آئی تھی۔“

قریباً گھنٹے بعد سریش ہاتھ باندھے اپنے پی ایم کے سامنے کھڑا ساری بات شرمندگی سے بتا رہا تھا۔ وہ سن کے ہلکا سا مسکرا دیا۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ وہ آئی تھی۔ جب وہ مراد راجہ کی قید میں تھا اور اس کا ماتھا، چہرہ اور ہاتھ اسی طرح زخمی تھا، تب وہ آئی تھی اس سے ملنے اور اس نے کسی روکنے والے کی پرواہ نہیں کی تھی۔ لیکن وہ نہیں جا سکا تھا۔

ڈیم ڈیموکریسی۔

”سر... آپ نے جو وقت کل صبح مس تالیہ کے لیے مختص کرنے کو کہا تھا، اسے کینسل کر دوں؟“

”ہاں۔“ اس کے جواب پہ سریش نے سر ہلا دیا۔ وہ جانے کے لیے مڑنے لگا جب فاتح بولا۔

”اسے سوموار کی صبح کا وقت دے دو۔“

سریش تعجب سے واپس گھوما۔ فاتح اب سامنے رکھی فائل کی طرف متوجہ تھا۔

”لیکن... سر... سوری لیکن... انہوں نے تو ملنے سے انکار کر دیا ہے۔“

وان فاتح نے چہرہ اٹھا کے سنجیدگی سے دیکھا۔ ”نہیں۔ اس نے انکار نہیں کیا۔ اس نے تم سے پوچھا ”ابھی؟“ تم نے کہا، کل صبح۔ اسے کل صبح کوئی اہم کام کرنا ہوگا اس لیے سوموار کا وقت دے دو۔“

”او کے... میں...“ وہ گڑبڑا کے بولا۔ حیران نظریں ابھی تک پردھان منتری پہ جمی تھیں۔ ”میں خود جاؤں ان کے پاس یا ان کو کال کر لوں؟ میرے پاس ان کا نمبر ہے۔“

''کال کرو۔ اسی لیے اس نے تمہارا نام پوچھا تھا تاکہ تم کال کرو تو وہ پہچان جائے۔'' وہ فائل کے صفحے پلٹاتے ہوئے اب کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ سریش نے آہستہ سے سر ہلایا اور مڑ گیا۔ دنیا عجیب لوگوں سے بھری پڑی ہے۔

''میں نے آپ کو بتایا تھا سریش' مجھے ان سے نہیں ملنا۔''

''منڈے مارننگ۔ صبح آٹھ بجے' میم۔ میں سری پردھانہ کے باہر آپ کا منتظر ہوں گا اور آپ کو سیکیورٹی سے گزار کے اندر لے جاؤں گا۔''

تالیہ نے مسکرا کے فون بند کیا۔ (وہ اب بھی اس کو بہت اچھے سے جانتا تھا۔ اس دفعہ ان فاتح کچھ نہیں بھولا تھا۔)

وہ اپنے اپارٹمنٹ کے لونگ روم کی کھڑکی کے سامنے کھڑی تھی۔ شہر کی اونچی عمارتیں اور سڑکوں پہ بہتا ٹریفک.. یہاں سے سب دکھائی دیتا تھا۔ فون رکھ کے اس نے بازو سینے پہ باندھ لیے اور اس خوبصورت شہر کو دیکھنے لگی۔

اس شہر میں آج تالیہ مراد کے کیس کا چرچہ ہوگا اور جب تک ٹرائل چلے گا' اس شہر میں تالیہ کے جرم کی ہی باتیں ہوں گی۔ پچھلے برس پرانا کیس زندہ ہو گیا تھا۔ بلاگز' چینلز' کیفے.... ہر جگہ یہی ذکر چھڑ چکا تھا۔

وہ خاموشی سے نیچے نظر آتے شہر کو دیکھے گئی۔ گھڑی کی سوئی ٹک ٹک کرتی آگے بڑھ رہی تھی۔

☆☆=========☆☆

وان فاتح کی رہائشگاہ پہ ناشتے کی میز پہ آج صبح تناؤ پھیلا تھا۔ فاتح جب اپنی سربراہی کرسی پہ آ کے بیٹھا تو اس نے ایک نظر تمام افراد پہ ڈالی۔ سکندر کے ماتھے پہ بل تھے اور وہ خاموشی سے سیریل کھا رہا تھا۔ جولیانا اپنے ناشتے سے کھیلتی گم صم نظر آتی تھی۔ اور اشعر.... وہ بالکل سپاٹ بیٹھا تھا۔

''آج تمہارا کالج نہیں ہے' سکندر؟'' اس نے بات کا آغاز کرتے ہوئے دلیے کا پیالہ اپنے قریب کیا تو سکندر نے نظریں اٹھا کے برہمی سے اسے دیکھا۔

''آپ کو ابھی بھی تالیہ مراد سے ہمدردی ہے؟''

فاتح نے پیالہ واپس دھکیلا اور سنجیدگی سے سکندر کو دیکھا۔ ''تالیہ نے عصرہ کا قتل نہیں کیا تھا۔''

''یہ اسی نے کیا تھا' ڈیڈ۔ آپ اس کا دفاع نہیں کر سکتے۔''

''تم چاہتے ہو کہ میں ایک بے قصور لڑکی کو مجرم کہوں؟ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ سوری۔''

''ہم اچھی زندگی گزار رہے تھے۔'' سکندر درشتی سے بولا اور نیپکن پرے پھینکا۔ ''پھر وہ ہماری زندگیوں میں آئی۔ مجھے سب یاد ہے۔ اس کی وجہ سے آپ دونوں کی لڑائی ہوتی تھی۔ اس کی وجہ سے سب کی لڑائی ہونے لگی تھی۔'' اس نے شکوہ کناں

نظروں سے اشعر کو دیکھا۔ وہ باری باری باپ بیٹے کے چہرے یوں دیکھ رہا تھا جیسے کورٹ میں ایک سرے سے دوسرے تک اڑتی گیند دیکھ رہا ہو۔

''اور پھر میری ماما مر گئیں۔ اس کی وجہ سے ہمیں گھر چھوڑنا پڑا۔ ہمیں اپنا ملک چھوڑنا پڑا۔ آپ نے آج تک اس کو مجرم نہیں کہا۔ ہمیشہ اس کو ڈیفینڈ کیا۔ لیکن اب آپ اس کو ڈیفینڈ نہیں کریں گے ڈیڈ۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اگر کسی نے اس گھر میں تالیہ مراد کی حمایت کی تو میں گھر چھوڑ کے چلا جاؤں گا۔''

اس نے کرسی دھکیلی اور سرخ چہرے کے ساتھ کہتا باہر چلا گیا۔ جولیانہ سر جھکائے کھاتی رہی۔ فاتح نے گردن موڑ کے چبھتی ہوئی نظروں سے اشعر کو دیکھا۔

''تم نے کچھ کہا ہے سکندر کو؟''

وہ سیب میں دانت گاڑتے ہوئے کندھے اچکا کے بولا۔ ''اس کی عمر دیکھیں۔ کیا میں اس کا برین واش کروں گا؟ وہ اس کی ماں تھی۔ میری بہن تھی۔ وہ وہی محسوس کر رہا ہے جو میں کر رہا ہوں۔ دیکھیں آبنگ۔'' اس نے سیب رکھا اور سنجیدگی سے بولا۔

''میں آپ کا ذہن نہیں بدل سکتا۔ میں آپ کی رائے کو برداشت کروں گا۔ لیکن آپ ہمارے جذبات کو برداشت کریں۔ ہم میں سے کوئی اب اس قصے کو گھر میں ڈسکس نہیں کرے گا۔ معاملہ عدالت میں ہے۔ جو فیصلہ عدالت کرے گی وہ ہم سب کو قبول کرنا ہوگا۔''

فاتح نے خاموشی سے چائے کا کپ اٹھا لیا۔ اسی وقت مرکزی دروازہ کھلا اور میشا کا شناسا چہرہ دکھائی دیا۔

جولیانہ نے سر موڑ کے اسے دیکھا اور تیزی سے ناشتہ ختم کرنے لگی۔ میشا قریب آئی۔ اس کے جوتوں کی ٹک ٹک واحد آواز تھی جو سارے میں سنائی دے رہی تھی ورنہ ڈائننگ ہال کا تناؤ دور سے بھی محسوس کیا جا سکتا تھا۔

''جولیانہ آپ نے ناشتہ نہیں کیا؟ کلاس کا وقت ہونے والا ہے۔'' سلام اور تعظیم کے بعد میشا تعجب سے کہتی جولیانہ کی کرسی کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ جولی نے جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ کھاتی رہی۔ فاتح نے نظر اٹھا کے دیکھا۔

''جولی.....آپ کی ٹیچر کچھ پوچھ رہی ہیں۔''

''اٹس اوکے۔ میں کتابیں یہیں لے آتی ہوں۔ ساتھ ہی اس کو پڑھا بھی دوں گی۔'' میشا نے اپنا بیگ اور پرس میز پہ رکھے اور اجازت لے کر اسٹڈی کی طرف چلی گئی۔

میشا کے جاتے ہی اس کا فون زور زور سے تھرتھرانے لگا۔ جولیانہ نے اسکرین دیکھی اور واپس دلیہ کھانے لگی۔ چند لمحے

خاموشی سے گزرے۔ یہاں تک کہ تھرتھرانے کی آواز ناشتہ کرتے افراد کو کوفت میں مبتلا کرنے لگی۔

''جاؤ جولی... اس کو فون دے آؤ۔'' اشعر نے جولیانہ کو مخاطب کیا۔ اس نے کندھے اچکا دیے۔

''وہ اٹینڈ نہیں کریں گی۔ ان کے ایکس ہزبنڈ کا فون ہے۔ وہ اسے کبھی اٹینڈ نہیں کرتیں۔''

ایک دفعہ پھر خاموشی چھا گئی۔ پھر یکے بعد دیگرے اشعر اور فاتح اٹھ کے باہر چلے گئے۔

میشا کتابیں لیے واپس آئی تو فون ابھی تک تھرتھرا رہا تھا۔ اس نے کتابیں رکھیں اور فون اٹھایا تو چہرے کی رنگت ایک دم بدلی۔ خوف سے نہیں۔ افسوس سے۔ آزردگی سے۔ اس نے لب کاٹتے ہوئے کال کاٹی اور فون پرس میں ڈال دیا۔ پھر کرسی کھینچ کے بیٹھی اور کتابیں کھول لیں۔

جولیانہ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ ''آپ میرے ڈیڈ سے کیوں نہیں کہتیں کہ وہ آپ کی مدد کریں۔ مجھے امی نے بتایا ہے کہ اس کے بابا پھر سے آپ لوگوں کو ہراس کرنے لگے ہیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے، جولی۔'' اس نے نرمی سے اس کا سر تھپکا۔ ''میں کوئی کمزور عورت تھوڑی ہوں جو ڈر جاؤں گی؟ وہ زمین کے کوئی ایسے کاغذات مانگتا ہے جو میرے پاس نہیں ہیں۔ میں اسے اگنور کروں گی۔ خود ہی پیچھا چھوڑ دے گا۔''

''تو پھر پچھلے ماہ سے کیوں نہیں چھوڑا؟''

''میں ہینڈل کر لوں گی۔ سنگل مدرز میں بہت طاقت ہوتی ہے، جولی۔'' وہ مسکرا کے اسے سمجھانے لگی۔ ''بلکہ ساری ماؤں میں ہوتی ہے۔ اور میں نہیں چاہتی کہ تم سے تعلق کی وجہ سے تمہارے خاندان سے کوئی فیور لوں۔ یہ اخلاقی لحاظ سے اچھی بات نہیں ہے۔''

''ساری مائیں ایک جیسی ہوتی ہیں؟'' جولیانہ نے آزردگی سے اسے دیکھا۔ میشا نے مسکراتے ہوئے سر جھکایا اور ایک صفحے پہ کچھ انڈر لائن کرنے لگی۔ وہ دونوں ڈائننگ ہال میں اب تنہا رہ گئی تھیں۔

''کیا ساری مائیں بہادر ہوتی ہیں؟'' وہ آہستہ سے بولی تو میشا نے چونک کے اسے دیکھا۔ پھر اس کے چہرے پہ فکرمندی پھیلی۔

''اوہ سویٹی... کوئی کتنا بھی مضبوط ہو، اسے نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ تمہاری ماما بھی اسی کا شکار ہوئی تھیں۔ مت سوچو اس بارے میں۔''

جولیانہ نے پلکیں جھپکتے ہوئے اسے دیکھا۔ آواز مزید دھیمی کی۔

''آپ کو کیا لگتا ہے تالیہ مراد نے میری ماما کو مارا ہو گا؟''

یشا نے گہری سانس لی۔ آج وہ شہد رنگ بالوں کو جوڑے میں باندھے ہوئے تھی اور ایک گھنگھریالی لٹ گال پہ جھول رہی تھی۔

''سویٹی..... ہمیں نہیں معلوم کس کی کیا اسٹوری ہے۔ جس نے بھی ایسا کیا ہو اس کو سزا ضرور ملے گی۔ اور تم فکر نہ کرو۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تمہارے ڈیڈ ہیں نا تمہاری حفاظت کے لیے۔'' وہ اسے پیار سے سمجھا رہی تھی۔ اسے واقعی یہ لگا تھا کہ جولیانہ ایک ''قاتل'' کے واپس آنے پہ خوفزدہ ہے۔ مگر جولیانہ نے لب کاٹے اور چہرہ اس کے قریب کیا۔ پھر سرگوشی میں بولی۔

''کیا میں آپ کو ایک سیکرٹ بتا سکتی ہوں؟''

یشا دم سادھے رہ گئی۔ کچھ تھا اس کے انداز میں جو اسے چونکا گیا تھا۔

''تالیہ نے میری ماما کو نہیں مارا تھا۔''

یشا کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کہے۔ ''تمہیں کیسے پتہ؟''

''دو سال پہلے..... جب مجھے ان چیزوں کی بہتر سمجھ آنے لگی..... تو میں نے ماما کی کیس فائلز پڑھنا شروع کیں۔ پولیس رپورٹ کے مطابق زہر کیک کی آئسنگ میں تھا۔ یعنی اس پہ چھڑکا گیا تھا۔''

''جولی..... تم ان باتوں میں نہ الجھو۔ عدالت......''

''آپ مجھے کیا سمجھتی ہیں؟ میں مرڈر مسٹریز دیکھتی ہوں۔ مجھے ان سب باتوں کی سمجھ آتی ہے۔ میری بات سنیں۔ مجھے ڈیڈ کی طرح خاموش نہ کرائیں۔ وہ کیک بے شک تالیہ بھیجتی تھی۔ ماما یہی کہتی تھیں۔ لیکن مجھے یاد ہے۔ وہ چاکلیٹ کیکس تھے۔ ان پہ آئسنگ نہیں ہوتی تھی۔ میں نے دو دفعہ خود کیک وصول کرتے دیکھا تھا ماما کو۔ لیکن بعد میں جب ماما کیک فریج میں رکھ دیتی تھیں ڈیڈ کے لیے..... تو ان پہ آئسنگ ہوتی تھی۔'' اس کی گلابی پڑتی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ''مجھے نہیں پتہ وہ آئسنگ کون چھڑکتا تھا لیکن اگر زہر آئسنگ میں تھا تو وہ تالیہ نے نہیں چھڑکا تھا۔''

یشا دھک سے رہ گئی۔ بالکل گنگ اور ششدر۔

''اس وقت شاید مجھے اتنی سمجھ نہیں تھی۔ لیکن جب میرے ذہن نے کڑیاں جوڑیں تو مجھے سب کچھ پھر سے یاد آنے لگا۔ میں نے ڈیڈ کو بتایا تھا۔''

''انہوں نے کیا کہا؟''

''انہوں نے مجھے چپ رہنے کو کہا۔ وہ شاید پہلے سے جانتے تھے سب۔''

''یعنی....تالیہ نے یہ قتل نہیں کیا تھا؟'' وہ گنگ رہ گئی۔ ''اوہ گاڈ....اور تمہارے ڈیڈ نے کچھ نہیں کیا۔وہ لڑکی چھے سال تک پولیس سے اس جرم کی وجہ سے چھپتی رہی جو اس نے کیا ہی نہیں تھا؟'' اس نے ماتھے کو چھوا۔ ''اوہ بے چاری تالیہ۔'' پھر اس نے جولیانہ کا چہرہ دیکھا تو فوراً خود کو سنبھالا۔

''دیکھو جو ہو گیا سو ہو گیا۔ یہ وقت ان باتوں پہ غور کرنے کا نہیں ہے۔تم ایگزام دے کر آؤ پھر ہم بات کریں گے۔ٹھیک ہے؟'' نرمی سے اسے پچکارتے ہوئے بولی البتہ اس کی آنکھوں میں واضح اضطراب نظر آتا تھا۔ جولیانہ نے اداسی سے کتاب پہ سر جھکا دیا۔ میشا کا ایک ہاتھ ابھی تک سینے پہ تھا۔ یہ سب کچھ نہایت غیر متوقع تھا۔ اسے کیا کرنا چاہیے؟

☆☆=========☆☆

احمد نظام کا آفس بہت بڑا نہ تھا۔اس میں فائلوں اور کتابوں کے ڈھیر لگے تھے۔آفس کی حالت کو دیکھ کے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایک ہائی پروفائل کیس لینے میں کیوں دلچسپی رکھتے تھے۔

اس وقت وہاں کافی کی مہک پھیلی تھی۔ تین بھاپ اڑاتے کپ میز پر رکھے تھے۔ایک طرف احمد نظام خود بیٹھے تھے اور ان کے سامنے تالیہ اور ایڈم کرسیوں پہ براجمان تھے۔آج وہ سفید اور سیاہ اسکرٹ بلاؤز میں ملبوس تھی۔ماتھے پہ بینڈ ایج تھا اور گال کے زخم پہ مرہم لگا تھا۔آنکھ کا نیل میک اپ سے ہلکا کر رکھا تھا۔

''آپ کو یہ چوٹ کیسے آئی؟'' ایڈم نے اپنا کپ اٹھاتے ہوئے اس کے ماتھے کی طرف اشارہ کیا۔

اس سوال پہ تالیہ نے برامان کے اسے دیکھا۔

''آپ بات بدل رہے ہیں۔میں کہہ رہی ہوں کہ عصرہ نے یہ خود اپنے ساتھ کیا تھا۔''

''اور میں کہہ رہا ہوں کہ کوئی اس پہ یقین نہیں کرے گا۔اگر آپ یہ بات لوگوں کے سامنے دہراتی رہیں گی تو آپ ولن لگیں گی۔عوام بالخصوص عصرہ کے بچے آپ کو معاف نہیں کریں گے۔'' وہ تبصرہ کرنے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''عصرہ کے بچے۔'' وہ خاموش ہو گئی۔ ان کو وہ فراموش کر گئی تھی۔ وہ اس سارے معاملے کے معصوم ترین متاثرین تھے۔ ''اوکے۔ میں کسی کو نہیں کہوں گی۔مگر میں آپ کے سامنے تو کہہ سکتی ہوں نا؟''

''ٹھیک ہے تالیہ۔'' احمد نظام نے مداخلت کی۔ ''مان لیا کہ عصرہ نے خودکشی کی تھی۔لیکن ہمیں یہ بات ثابت کرنی پڑے گی۔''

''میرے پاس ایلی بائی ہے۔جب کیک آنا شروع ہوئے تو میں مصر میں تھی۔''

''کیک آپ کے کریڈٹ کارڈ پہ آرڈر کیے گئے تھے۔آپ یہ کام دنیا میں کہیں سے بھی بیٹھ کے کر سکتی ہیں۔'' ایڈم نے

گھونٹ بھرتے ہوئے پھر سے تبصرہ کیا۔ وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھا ساتھ ہی اپنے فون سے بھی کھیل رہا تھا۔

''اور میں مصر میں بیٹھ کے کیک میں زہر کیسے ملا سکتی ہوں؟''

''چھے سال پہلے اگر آپ فرار نہ ہوتیں تو یہ بات ثابت کرنا آسان تھا۔'' احمد نظام نے مداخلت کی۔

''میں فرار تھوڑی ہوئی تھی۔ میں اغوا ہوئی تھی۔'' بالوں کو جھٹکا دیا اور کندھے اچکائے۔

ایڈم زور سے ہنسا۔ پھر چہرہ سنجیدہ بنایا اور موبائل پہ بٹن دبانے لگا۔ تالیہ نے برامان کے اسے دیکھا۔

''اس میں اتنا فنی کیا ہے؟''

''مس مراد... آپ کی اغوا والی کہانی بہت کمزور ہے۔ آپ تھوڑا وقت صرف کر کے اس سے بہتر کہانی بنا سکتی تھیں۔''

''آپ تھوڑا وقت صرف کر کے میرے سوال کا جواب دیں۔ میں مصر میں بیٹھ کے کیسے کیک میں زہر ملا سکتی ہوں؟''

''عصرہ کی موت والے دن آپ کے ایل میں تھیں۔ اس سے پہلے جو کیکس آپ نے بھیجے... ان میں زہر....'' ایڈم نے رک کے سوچا... ''یقیناً آپ کا کوئی ساتھی ملاتا ہوگا۔ استغاثہ یہی نقطہ لائے گا۔''

تالیہ نے کپ نیچے رکھا اور تیزی سے بولی۔ ''اور یہی میں کہہ رہی ہوں۔ عصرہ کا کوئی ساتھی ضرور ہوگا۔''

''کوئی ایسا ساتھی جس نے آپ کا کارڈ نمبر حاصل کر لیا ہوگا۔'' ایڈم بھی ایک دم موبائل رکھ کے سیدھا ہو کے بیٹھا۔ ''اس نے ہی بیکری پہ آرڈر دیا ہوگا۔ اس نے ہی عصرہ کو آرسینک لا کر دیا ہوگا۔ عصرہ اسے کیک پہ خود چھڑکتی ہوں گی۔'' وہ قدرے جوش سے کہہ رہا تھا۔ ''کہانی اچھی جا رہی ہے۔ بھلے سچ ہو یا نہ ہو۔''

''مسئلہ یہ ہے کہ....'' احمد نظام کھنکھارے۔ ''وہ بیکری اب بند ہو چکی ہے۔ مگر اس زمانے میں تفتیش کے دوران جو آئی پی لوکیشن ملی تھی جہاں سے تالیہ کا کارڈ استعمال کیا گیا تھا وہ پراکسی لوکیشن تھی۔ یعنی یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ لوکیشن ملائیشیا کی تھی یا باہر کے کسی ملک کی۔''

''اور کسی نے اس پراکسی کو بے نقاب کرنے کی کوشش نہیں کی ہوگی۔'' ایڈم مسکرا کے بولا۔ ''مجھے اس آئی پی کی تفصیلات دیں۔ میں ایک سائبر انویسٹی گیشن ایجنسی سے بات کرتا ہوں۔ وہ شاید اصل لوکیشن کو ٹریس کر سکیں۔''

''یعنی جس شخص نے میرا کارڈ استعمال کیا ہے اس کی لوکیشن معلوم ہو سکے گی؟'' پھر اسکا چہرہ بجھا۔ ''کیا معلوم اب وہ وہاں رہتا ہی نہ ہو۔ چھے سال میں تو دنیا بدل جاتی ہے۔ اور کیا پتہ اس نے یہ کام کسی انٹرنیٹ کیفے سے کیا ہوگا۔ عصرہ نے اتنا کچا کام نہیں کیا ہوگا۔'' وہ نفی میں سر ہلاتی کہہ رہی تھی۔ ایڈم نے غور سے اسے دیکھا۔

''آپ کو کیوں لگتا ہے کہ عصرہ نے ایسا کیا تھا؟ کیا ان کی کسی بات سے آپ کو لگا؟''

وہ رکی اور غور کر کے اسے دیکھا۔ ''کاش کہ آپ کو کچھ یاد ہوتا۔ خیر۔ عصرہ اور میرے تعلقات اس وقت تک بہت خراب ہو چکے تھے۔ اس لیے بعد میں مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کام عصرہ کا ہی ہے۔''

''کب؟ آپ کے عصرہ سے تعلقات کب خراب ہوئے تھے؟''

''قتل سے دو ایک ماہ پہلے سے۔''

''ایک منٹ۔ کیک کب سے آنے لگے تھے؟'' ایڈم نے ایک فائل اٹھائی اور تاریخ پڑھی۔ ''کیک بھیجنے سے پہلے کسی دن کچھ ہوا ہوگا جو عصرہ نے اتنا بڑا فیصلہ کیا۔ آپ کو اپنا اور ان کا کوئی شدید جھگڑا یاد ہے جس کے بعد انہیں زندگی اور آپ دونوں سے نفرت محسوس ہوئی ہو؟''

''پارٹی.... ایک پارٹی میں....'' تالیہ نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔ ''جب میں نے عصرہ کو بتایا تھا کہ وہ فاتح کی پہلی ....'' اس نے اگلے الفاظ دبا لیے۔ مگر اسے یاد آ چکا تھا۔ وہ آتش بازی والی پارٹی جب عصرہ نے ان دونوں کو ساتھ دیکھا تھا۔

''تاریخ یاد ہے آپ کو؟ پچھے سال گزر چکے ہیں اس لیے.....''

''اوہ۔ میرے لیے وہ تین ماہ پہلے کی بات ہے ایڈم صاحب۔'' اس نے موبائل اٹھایا اور تیزی سے بٹن دبانے لگی۔ پھر اسکرین اس کے سامنے کی۔ ''یہ میرا اس وقت کا ٹوئٹر اکاؤنٹ ہے۔ میں نے اس شادی کی تصویر ٹویٹ کی تھی۔''

ایڈم نے جھک کے تاریخ پڑھی۔ ''یہ کیک آنے سے ایک ہفتہ پہلے کی تاریخ ہے۔''

''اس سے کیا ثابت ہوتا ہے ایڈم صاحب؟'' احمد نظام نے غور سے اسے دیکھا۔

''اس پارٹی سے لے کر.... پہلے کیک کے آنے تک۔ عصرہ محمود نے کیا کیا تھا۔ ہمیں عصرہ کے ہر اسٹیپ کو ری ٹریس کرنا ہے۔ ان کے کریڈٹ کارڈ کا بل۔ بینک اکاؤنٹ ڈیٹیلز.... فون ریکارڈ.... آپ کو وہ سب نکلوانا ہوگا۔ اگر عصرہ نے خودکشی کی تھی... اگر.... (زور دیا) تو اس کا پلان انہوں نے انہی سات دنوں میں بنایا ہوگا۔''

''اور اگر عصرہ نے کیش ادا کیا ہو؟ اگر انہوں نے کسی دوسرے نمبر سے بات کی ہو؟ اگر....'' تالیہ کے تاثرات دیکھ کے وہ خاموش ہوئے اور سر ہلایا۔ ''میں ریکارڈ نکلواتا ہوں۔'' وہ فون اٹھا کے باہر نکل گئے۔

آفس میں خاموشی چھا گئی۔ پھر ایڈم کھنکھارا اور قدرے بے نیازی سے بولا۔ ''مس مراد.... یہ سب اس پہ منحصر ہے کہ عصرہ نے خودکشی کی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہم آپ کی مدد نہیں کر سکیں گے۔''

تالیہ نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔ ''آپ کی رائٹنگ کیسی جا رہی ہے؟''

وہ اس سوال پہ حیران ہوا۔ ''بہت اچھی۔ کیوں؟''

''آپ نے کافی عرصے سے کوئی کتاب نہیں لکھی۔آپ نئی کتاب کے بارے میں معلومات بھی نہیں دے رہے۔فینز سمجھ رہے ہیں کہ آپ سرپرائز دیں گے لیکن جس خوشی سے آپ نے تالیہ مراد کی کتاب لکھنے کی خبر کو عام کیا ہے....مجھے لگتا ہے آپ رائٹرز بلاک کا شکار ہیں۔آپ کوئی دوسری کتاب لکھ ہی نہیں رہے تھے۔''

''یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے۔''اس نے پہلو بدلا۔ایک دم وہ بالکل سنجیدہ ہو گیا تھا۔

''یعنی آپ مان رہے ہیں کہ آپ کو کوئی مسئلہ لاحق ہے؟''وہ کرسی کا رخ اس کی طرف موڑے' ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھی اس کی آنکھوں میں جھانک کے کہہ رہی تھی۔ایڈم نے پتلیاں سکوڑ کے اسے دیکھا۔

''مس مراد.....کتنا اچھا ہو ہم ایک دوسرے کی ذاتی زندگیوں میں مداخلت نہ کریں۔میں انسپریشن سے لکھتا ہوں اور...''

''آپ ناول کیوں نہیں لکھتے؟''

ایڈم بولتے بولتے رکا۔''میں فکشن رائٹر نہیں ہوں۔''

''آپ کا ذہن ایک ہی طرح کی سیاسی چیزیں لکھ کے بور ہو چکا ہے۔آپ کو چینج چاہیے۔''

وہ چپ ہو گیا۔پھر قدرے بے چینی سے پہلو بدلا۔''میرا نہیں خیال کہ میں اچھا فکشن لکھ سکتا ہوں۔''

''تو برا فکشن لکھ لیں۔کم از کم قلم کی رکاوٹ تو ختم ہو گی۔''

''اچھا؟اور کس موضوع پہ مجھے لکھنا چاہیے۔یہ بھی بتا دیں۔''انداز میں ہلکا سا طنز تھا۔

''اپنے ارد گرد سے انسپریشن ڈھونڈیں۔آپ کی والدہ ایک زمانے میں چوزے رکھتی تھیں۔''

''اب بھی رکھتی ہیں۔''

''ہاں مگر وہ تمام عرصہ جس میں میں آپ کی زندگی کا حصہ تھی'چوزوں کا ایک گروہ ان کے پاس تھا۔وہ میرے سامنے بڑا ہوا اور پھر میری ہی وجہ سے وہ کھو گیا۔آپ کی والدہ کو اس بات کا شدید صدمہ ہوا تھا۔آپ ان کی زندگی پہ بھی کتاب لکھ سکتے ہیں۔''

''ہمارے چوزے آپ کی وجہ سے کھوئے تھے؟انٹرسٹنگ۔''وہ محظوظ انداز میں مسکرایا۔''سوچوں گا۔''

''کسی کام کو کرنے کا بہترین وقت''ابھی''ہوتا ہے'ایڈم صاحب۔یہ وقت کے تین سوالوں میں سے ایک کا جواب ہے۔اگر آپ ابھی فیصلہ کر لیں تو کیا معلوم کوئی معجزہ ہو جائے۔''

''مثلاً؟''

''مثلاً آپ کو آپ کی کھوئی ہوئی یادداشت واپس مل جائے۔''وہ پراسرار انداز میں مسکرائی۔

''آپ کی جڑی بوٹیوں والی کہانی اغوا والی کہانی سے بہتر تھی۔'' وہ جھرجھری لے کر پھر سے اپنے فون کو دیکھنے لگا۔ وہ پہلے والا ایڈم جیسا نہیں تھا۔ ہر وقت مصروف...فون اور کام میں لگا....بے نیاز سا سلیبریٹی....

''یشا تاج کی نمائش کب ہے؟ یاد ہے آپ نے مجھے وہاں لے کر جانا تھا۔''

ایڈم کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔ ''اب کیوں؟ آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ آپ کی پی ایم سے ملاقات طے ہوگئی ہے۔''

''تالیہ کے پلانز ہیں۔ تالیہ کی مرضی۔'' اس نے کندھے اچکائے اور اپنا موبائل اٹھا لیا۔ ایڈم الجھ کے اسے دیکھنے لگا۔

''میں نے آپ کو اتنا عرصہ ماضی میں برداشت کیسے کیا تھا؟'' وہ جل کے بولا تو وہ مبہم سا مسکرا دی۔ نظریں اسکرین پہ تھیں۔ اور انگلیاں تیزی سے حرکت کر رہی تھیں۔

☆☆=========☆☆

سری پردھانہ کے سب سے بارسوخ دفتر کے بھوری لکڑی سے بنے دروازے کافی اونچے تھے۔ یشا ان کے سامنے کھڑی انہیں گردن اٹھائے محویت سے دیکھ رہی تھی جب پیچھے سے پرنسپل سیکرٹری کھنکھارا۔ وہ چونک کے مڑی۔

''اب آپ اندر جا سکتی ہیں۔ لیکن آپ کے پاس وقت کم ہوگا۔ انہوں نے بہت مشکل سے آپ کے لیے وقت نکالا ہے۔'' وہ انٹرکام کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔ ابرو سے آگے جانے کا اشارہ کیا۔ یشا نے کوٹ کی نادیدہ شکنیں درست کیں' بالوں پہ ہاتھ پھیرا اور ہینڈل دبا کے دروازہ دھکیلا۔

فاتح اپنی کرسی پہ براجمان تھا۔ چند فائلز اور لیپ ٹاپ سامنے کھلا رکھا تھا۔ آستین کہنیوں تک موڑے' ٹائی ڈھیلی کیے' وہ منتظر سا اس کو دیکھ رہا تھا۔

''آیئے مسز یشا۔'' اس کو آتے دیکھ کے وہ احتراماً کرسی سے اٹھا۔ ''آپ کے ٹیکسٹ نے مجھے پریشان کر دیا تھا۔ آپ اتنی ایمرجنسی میں ملنا چاہتی تھیں۔ خیریت؟ کیا جولیانہ ٹھیک ہے؟''

''جی وہ ٹھیک ہے۔'' وہ بیٹھ گئی تو فاتح نے انگلیاں باہم پھنسائے آگے کو جھک کے اسے فکرمندی سے دیکھا۔

''پھر؟''

''میں نے جولیانہ سے آپ کا نمبر یہ کہہ کے مانگا تھا کہ میں ایک ذاتی کام کے سلسلے میں ملنا چاہتی ہوں۔ لیکن دراصل میں جولیانہ کے لیے ملنا چاہتی ہوں۔ آپ کے پاس میرے لیے کتنا وقت ہے؟''

فاتح نے کسی لحاظ اور مروت کے بغیر کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔ ''چھ منٹ۔''

''پھر میں مدعے پہ آتی ہوں' ڈاکٹر سری۔'' وہ جی کڑا کر کے بولی۔ شہد رنگ بال کانوں کے پیچھے اڑسے تھے۔ اور سرخ یاقوت سے مزین ٹاپس دمک رہے تھے۔ ہلکے میک اپ سے مزین چہرہ فکرمند لگتا تھا۔

''جولیانہ نے مجھے بتایا ہے کہ جن کیکس سے مسز عصرہ کی موت واقع ہوئی تھی' ان پہ کسی قسم کی آئسنگ نہیں ہوتی تھی۔ آخری کیک جو پولیس کے ہاتھ لگا تھا اس پہ آرسینک کی آئسنگ تھی لیکن جو کیک تالیہ بھیجتی تھی وہ سادہ چاکلیٹ کیک ہوتے تھے۔ جولی نے خود ان کو دو تین دفعہ آتے دیکھا تھا۔ میں شرلاک ہومز نہیں بننا چاہ رہی' لیکن...'' وہ فکرمندی سے کہہ رہی تھی۔ ''اس کا مطلب ہے کہ تالیہ مراد کے بھیجے کیکس زہر سے پاک تھے۔''

فاتح پیچھے کو ہو کے بیٹھا اور پتلیاں سکوڑے غور سے اسے دیکھے گیا۔

''جولیانہ پہ اس بات کا بہت بوجھ ہے۔ میں صرف یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اگر جولی نے یہ بات آپ کو بتائی تھی تو آپ یہ بات پراسیکیوٹر کو بتا سکتے تھے۔ جولیانہ کا بیان تالیہ مراد کو بری کرنے کے لیے کافی تھا۔ پھر آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ وہ بے گناہ لڑکی اتنے سال پولیس سے چھپتی رہی۔ اس کی تو زندگی برباد ہو گئی۔''

فاتح نے انٹرکام اٹھایا اور بولا۔ ''مجھے دس منٹ مزید لگ جائیں گے۔ میٹنگ میں شامل افراد سے کہو کہ وہ میرا انتظار کریں۔'' پھر ریسیور رکھا اور اس کو اسی سنجیدگی سے دیکھ کے بولا۔ ''آپ نے vampire disease کا نام سنا ہے مسز ہیشا؟''

وہ اس غیر متوقع سوال پہ گڑبڑا کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ ''نہیں سر۔''

''یہ بیماری جن لوگوں کو لاحق ہوتی ہے وہ شدید فوٹو سینسیٹیو ہوتے ہیں۔ روشنی ان کے لیے خطرناک ہوتی ہے۔ وہ دن میں باہر نہیں نکلتے۔ اندھیروں میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اگر دھوپ یا روشنی ان پہ پڑ جائے تو ان کی جلد جلنے لگتی ہے۔ جیسے غیر مرئی کہانیوں میں ویمپائرز ہوا کرتے تھے۔ ایسے ہی کچھ انسان روشنی سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ جولیانہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ وہ اندھیروں میں رہنے کی عادی ہے۔ میں اس کو دھوپ میں کیسے کھڑا کر سکتا ہوں۔''

وہ دم سادھے سن رہی تھی۔ اور وہ کہے جا رہا تھا۔

''اس نے مجھے یہ بات قریباً دو سال پہلے بتائی تھی۔ اگر میں اسے پراسیکیوشن کے سامنے لے جاؤں تو رپورٹرز میری بیٹی کا میڈیا ٹرائل کریں گے۔ وہ ایک چودہ سالہ بچی کو گواہی چھپانے کے لیے زدوکوب کریں گے۔ وہ ہر جگہ اس کا نام لیں گے۔ اس کو ملزم ٹھہرائیں گے۔ صرف میں جانتا ہوں کہ جولیانہ عصرہ کی موت کے بعد کتنی مشکل سے زندگی کی طرف لوٹی ہے۔ وہ اینٹی سوشل بلکہ سوسیوپیتھ بن چکی تھی۔ آپ بھی واقف ہی ہیں اس بات سے کہ وہ ابھی تک کتنی کم اعتماد اور ڈری سہمی

لڑکی ہے۔ میں اس کا باپ ہوں۔ مجھے اس کی حفاظت کرنی ہے۔"

"آئی ایم سوری۔ میں نے اس زاویے سے نہیں سوچا تھا۔"

"میں اسے آپ سے زیادہ جانتا ہوں مسز ہیشا۔ وہ اس معاملے کو نہیں ہینڈل کر سکے گی۔ اور اس کی گواہی تالیہ کو بری نہیں کروا سکتی کیونکہ جو کیک پولیس کے ہاتھ لگا تھا اس میں آرسینک تھا۔ اور وہ تالیہ کے نام سے ہی بھیجا گیا تھا۔"

"آپ کی ساری باتیں درست ہیں۔ لیکن تالیہ مراد کا کیا؟ وہ بے چاری تو بے قصور تھی۔" وہ دکھ سے کہہ رہی تھی۔

"آپ تالیہ کو نہیں جانتیں۔ میں جانتا ہوں۔ تالیہ اپنا خیال خود رکھ سکتی ہے۔ اس نے یہ جرم نہیں کیا تھا۔ میں نے تب بھی اس سے کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے وہ اس میس سے نکل آئے گی۔ وہ تالیہ ہے۔ وہ اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کر لے گی۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا تو وہ بھی فوراً سے اٹھی۔

"آپ کا دوسرا کام کیا تھا؟"

"وہ.... کچھ نہیں۔ میرا ایکس ہزبینڈ...." اس نے سر جھکا۔

"میرے پی ایس کے پاس ایک تحریری درخواست چھوڑ جائیں۔ وہ آپ کا مسئلہ حل کروا دے گا۔" اس نے کوٹ پہنتے ہوئے تاکید کی تو ہیشا نے سرنفی میں ہلایا۔

"نہیں سر۔ مجھے شکایت نہیں کرنی۔ وہ میری بیٹی کا باپ ہے اور میں اپنی بیٹی کو ہرٹ نہیں کر سکتی۔ آپ یہ بات مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ میں نمائش پہ آپ کا انتظار کروں گی۔" پھر سر جھکا کے تعظیم پیش کی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے باہر نکلتے ہی تین چار افراد اندر آ گئے۔ ہیشا نے مڑ کے دیکھا۔ اب وہ ان افراد سے بات کرتا ہوا باہر آ رہا تھا۔ اس آدمی کے پاس ضائع کرنے کے لیے ایک منٹ بھی نہیں تھا۔

☆☆=========☆☆

سرما کی دھوپ سارے بازار پہ پھیلی تھی۔ صاف ستھری سی سڑک کے دونوں اطراف دکانوں کی قطاریں تھیں اور ان کے آگے چھجے ڈال کے کرسیاں میزیں بچھائی گئی تھیں۔ فرانسیسی طرز کا یہ بازار مختلف رنگوں کے پھولوں سے مزین تھا۔

وہ ٹیکسی سے اتری اور سن گلاسز ماتھے کے اوپر چڑھائے۔ سیاہ شیشے آنکھوں کے سامنے سے ہٹے تو بازار کے خوشنما پھولوں کے قدرتی رنگ دکھائی دینے لگے۔ فضا اتنی معطر تھی کہ تالیہ کے اندر تک تازگی اترتی گئی۔

اس نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس اندر کھینچی۔ پھر احساس ہوا کہ کوئی اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا، وہ ایڈم تھا۔

سفید شرٹ پہ سیاہ کوٹ پہنے' وہ سن گلاسز لگائے ہوئے تھا۔اسے دیکھ کے گلاسز اتاریں اور اور کلائی پہ بندھی گھڑی اسے دکھائی۔'' آپ مقررہ وقت سے پندرہ منٹ لیٹ ہیں' مس مراد۔''

'' تو کیا ہوا؟وقت مجھ پہ ویسے ہی مہربان ہے۔'' وہ مسکرا کے کہتی آگے بڑھ گئی۔اس نے سرخ وسفید پھولدار لمبی فراک پہن رکھی تھی۔کندھے سے سنہری چین والا پرس لٹک رہا تھا اور سر پہ سفید ہیٹ ترچھا کر کے رکھا تھا۔وہ پھولوں کے بازار میں کسی سرخ سفید پھول کی مانند دکھ رہی تھی۔

'' تو میرا کریڈٹ کارڈ یہاں سے استعمال کیا گیا تھا؟'' دونوں اسٹریٹ کے کنارے ساتھ ساتھ چلنے لگے تو تالیہ نے پوچھا۔

'' میرے انویسٹی گیٹر نے اس پراکسی سرور کو ان ماسک کر لیا ہے۔آپ کا کارڈ چھے جگہوں سے استعمال کیا گیا تھا۔میں پانچ جگہوں کا دورہ کر چکا ہوں۔سوائے اس آخری جگہ کے۔'' وہ چلتے ہوئے بتا رہا تھا۔

'' وہ جو بھی تھا' کسی کافی شاپ میں بیٹھ کے آپ کے کارڈ کے ذریعے کیک آرڈر کرتا تھا۔دو جگہوں پہ کافی شاپس آج بھی موجود تھیں۔تین جگہوں پہ کسی زمانے میں کافی شاپس ہوا کرتی تھیں۔اب وہاں کوئی اور دکان تھی یا کوئی ریستوران۔مختصر یہ کہ کسی کے پاس چھے سال پرانے سی سی ٹی وی ریکارڈز نہیں تھے۔نہ مجھے کوئی ایک ایسا شخص ملا جو چھے سال سے وہاں کام کر رہا ہو۔''

'' یعنی ہمارے ہاتھ کوئی سرا نہیں آیا؟''

'' نہیں۔آخری جگہ ٹرائی کر لیتے ہیں۔سامنے والی ان شاپس میں سے کوئی ایک شاپ ہے جہاں ہمیں جانا ہے۔''

وہاں ایک کافی شاپ وسط میں نظر آ رہی تھی۔ان کے قدم اسی جانب اٹھنے لگے۔

'' کیا کوئی ایسی چیز ہے جو ان شاپس میں مشترک ہو؟''

'' نہیں۔تمام شاپس مختلف ناموں اور برانڈز کی تھیں۔'' وہ قدرے مایوس لگتا تھا۔پھر چہرہ موڑ کے اسے دیکھا اور پوچھنے لگا۔'' عصرہ کے فون اور بینک ریکارڈز نکلوائے تھے احمد نظام صاحب نے۔ان کا کیا بنا؟''

'' ایک بھی پے منٹ مشکوک نہیں ہے۔نہ عصرہ نے ان سات دنوں میں کوئی بھاری رقم نکلوائی' نہ رقم کسی کو بھیجی۔بلکہ ان دنوں میں عصرہ نے کوئی خاص شاپنگ بھی نہیں کی۔''

ایڈم رکا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔پھر سنجیدگی سے پوچھا۔'' اگر اس آخری شاپ سے بھی کوئی سراغ نہ ملا...تو؟''

'' کچھ تو ملے گا۔تالے عموماً آخری چابی سے ہی کھلتے ہیں۔'' وہ زور دے کر بولی اور آگے بڑھ گئی۔

''کیا یہ شاپ چھے سال پہلے یہاں موجود تھی؟''

کچھ دیر بعد وہ دونوں کافی شاپ کے کاؤنٹر پہ کھڑے پوچھ رہے تھے۔ ریسپشنسٹ جواب میں ان کو بتانے لگا کہ یہ شاپ گو کہ یہاں موجود تھی لیکن اس دوران دو دفعہ اس کی ملکیت بدل لی ہے۔ ملکیت کے ساتھ عملہ بھی بدلہ ہے۔ وہ قریباً ڈیڑھ برس سے کام کر رہا ہے یہاں اور پچھلے عملے کے بارے میں اسے کوئی معلومات نہیں ہیں۔

تالیہ انکھیوں سے دیکھ سکتی تھی کہ اردگرد ویٹرز میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ وہ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے دھیمی سرگوشیاں کر رہے تھے۔ چھے سال گزر گئے اور دنیا نہیں بدلی۔ آج بھی سلیبریٹیز کو دیکھ کے لوگوں میں خوشی اور جوش کی لہر دوڑ جانا لازم تھا۔

''یہ میرا کارڈ رکھ لیں۔ کچھ بھی یاد آئے تو مجھے کال کر لیجیے گا۔'' ایڈم نے آخر میں اپنا کارڈ اسے تھمایا اور تالیہ کو دیکھ کے کندھے اچکائے۔ وہ قدرے خاموش اور اداس لگتی تھی۔

وہ دونوں باہر آئے اور سڑک کنارے بچھی کرسیوں پہ بیٹھ گئے۔ ایڈم نے ویٹر کو اشارہ کر کے ایک چائے لانے کو کہا اور پھر سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''کم از کم آپ یہ تو ثابت کر سکتی ہیں کہ یہ آرڈر ملائیشیاء سے کیا گیا جبکہ آپ مصر میں تھیں۔''

''آپ کے خیال میں مجھے اپنی بے گناہی صرف کورٹ میں ثابت کرنی ہے؟'' وہ نظریں اس پہ مرکوز کیے ایک دم تلخی سے بولی۔'' مجھے ٹھوس ثبوت چاہیے ہیں۔ یہاں سب مجھے مجرم سمجھتے ہیں۔ مجھے لوگوں کی نظروں میں بری ہونا ہے۔ قانون کی فائلوں میں نہیں۔''

اس نے بازو سینے پہ لپیٹ لیے اور روٹھے انداز میں سڑک کو دیکھنے لگی۔'' مجھے پورا یقین تھا کہ آخری شاپ سے کچھ نہ کچھ ملے گا۔''

''کیا عصرہ کی کوئی بیسٹ فرینڈ تھی؟ یا کوئی ایسا دوست جس سے وہ سب شیئر کرتی ہو؟'' وہ سوچ سوچ کے کہہ رہا تھا۔

''معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ویسے مجھے خوشی ہے کہ آپ میرے لیے بہت وقت نکال رہے ہیں۔'' وہ اسے دیکھ کے اداسی سے مسکرائی۔

''اس کی دو وجوہات ہیں۔ آپ کی وجہ سے میں ایک پوٹینشل بیسٹ سیلر لکھنے جا رہا ہوں۔ اور آپ میری زندگی کے کھوئے چھے ماہ کی کہانی جانتی ہیں۔ میں آپ کی مدد کروں گا تو آپ میری مدد کریں گی۔'' وہ اسی اجنبی انداز میں مسکرا کے بولا۔ پھر گھڑی دیکھی۔

''شام کو نمائش پہ جانا ہے۔ میں آپ کو پک کر لوں گا۔ ابھی مجھے کچھ کام ہے۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ تالیہ نے نظریں اٹھا

کے مسکرا کے اسے دیکھا۔

''آپ فکشن نہ لکھیں۔ بلکہ کوئی بھی فیصلہ وقت پہ نہ کریں۔''

''ایں؟ وہ کیوں؟'' وہ تعجب سے اسے دیکھ کے بولا۔

''کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ آپ کی کھوئی ہوئی یادداشت واپس آئے۔ کچھ چیزوں کا بھول جانا ہی اچھا ہوتا ہے۔ میں خوش ہوں ایڈم کہ آپ وہ سب بھول گئے۔ اس لیے... وقت کے سوالوں کو حل کرنے کی کوشش نہ کریں۔''

ایڈم نے سر کو اثبات میں خم دیا۔ ''جڑی بوٹیاں واٹ ایور۔'' اور کچھ بڑبڑا کے آگے بڑھ گیا۔ وہ پھولوں سے بھرے بازار میں تنہا بیٹھی چائے کا انتظار کرنے لگی۔

اسے آج وان فاتح سے ملنے وہیں جانا تھا جہاں برسوں پہلے ''بطور تالیہ مراد'' وہ اس سے پہلی دفعہ ملی تھی۔

☆☆=========☆☆

آرٹ گیلری کی سفید مرمریں دیواروں پہ دور دور تک فریمز آویزاں نظر آ رہے تھے۔ چکنے فرش پہ مہمان ٹولیوں کی صورت بکھرے تھے۔ لوگ بہت زیادہ نہیں تھے۔ ییشا نے اسے محدود اور پرائیوٹ سا رکھا تھا۔ جولیانہ کی خواہش پہ اس نے اس نمائش کو عصرہ کی پرانی گیلری میں منعقد کیا تھا۔

خود وہ لمبی میکسی میں ملبوس تھی جو سامنے سے سنہری اور پشت سے گہری نیلی تھی گیلری کی سجاوٹ بھی انہی دو رنگوں کے امتزاج میں کی گئی تھی۔ ییشا کے شہد رنگ بالوں کے ساتھ نیلے نگینوں والے ٹاپس بھی گویا سجاوٹ کا حصہ لگتے تھے۔ وہ مسکرا مسکرا کے تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہی تھی۔ ابھی پردھان منتری کی آمد نہیں ہوئی تھی۔ وہ کچھ دوستوں کو اپنی ایک فوٹوگراف کے بارے میں مسکرا کے کچھ بتا رہی تھی جب اس کی نظر پیچھے ایک نووارد پہ پڑی۔

ییشا کی آنکھوں میں خوشگوار حیرت در آئی۔ وہ معذرت کر کے فوراً اس طرف آئی۔

''ایڈم بن محمد؟ واٹ اے سرپرائز۔''

ایڈم جو تنہا کھڑا ایک فریم کو دیکھ رہا تھا' آواز پہ اس کی طرف پلٹا اور مسکرایا۔ وہ سفید شرٹ پہ سیاہ ڈنر جیکٹ پہنے ہمیشہ کی طرح تازہ دم اور خوش باش لگ رہا تھا۔

''ایک دوست نے آپ کی پارٹی کا دعوت نامہ دیا تھا۔ سوچا چکر لگا لوں۔ شاید کوئی انسپائریشن مل جائے۔'' وہ سادگی سے کندھے اچکا کے بولا۔

''مجھے بہت خوشی ہوئی آپ کو دیکھ کے۔ میں نے آپ کی تمام کتابیں پڑھ رکھی ہیں اور کوشش کرتی ہوں کہ آپ کا شو بھی

باقاعدگی سے دیکھا کروں۔ مجھے معلوم ہوتا آپ آرہے ہیں تو میں آپ کی بک لے آتی آٹوگراف کے لیے۔'' وہ اسے دیکھ کے جیسے بہت خوش ہوئی تھی۔

''ارے نہیں۔ یہ آپ کی پارٹی ہے۔ آج کی سلیبریٹی آپ ہیں۔'' ایڈم نے مصنوعی عاجزی سے سر کو خم دیا۔

''اچھا آپ آگے آئیں نا۔ میں آپ کو اپنا کام دکھاتی ہوں۔''

''میں دراصل اپنی پلس ون کا انتظار کر رہا ہوں جو ابھی تک نہیں پہنچیں۔'' اس نے کہنے کے ساتھ متلاشی نظروں سے داخلی گزرگاہ کو دیکھا۔ میشا مسکرا کے آگے بڑھنے لگی تو وہ جلدی سے بولا۔

''مسز میشا.... کیا ہم پہلے مل چکے ہیں؟''

''میں اور آپ؟'' وہ ٹھہر کے اسے دیکھنے لگی۔ ''نہیں تو۔''

''آر یو شیور؟ کیونکہ میری ایک دفعہ کچھ مہینوں کے لیے یادداشت کھو گئی تھی۔ ۲۰۱۶ کی بات ہے۔ کیا ہم کبھی اس دوران ملے تھے؟''

''نہیں۔ ۲۰۱۶ میں تو میں امریکہ میں ہوتی تھی۔ اور اگر میں آپ سے ملی ہوتی تو مجھے ضرور یاد ہوتا۔ سلیبریٹی سے ملاقات کی تمام جزئیات انسان کو یاد ہوتی ہیں۔''

''اور تالیہ مراد..... آپ ان سے ملی ہیں کبھی؟''

''تالیہ مراد؟ نہیں۔'' اس نے الجھن سے دائیں بائیں گردن ہلائی۔ پھر ایڈم کے پیچھے کسی کو دیکھ کے آنکھیں تعجب سے پھیلیں۔ ''اوہ۔ تالیہ مراد آپ کی پلس ون ہیں۔''

ایڈم مڑا تو دیکھا وہ سامنے سے چلی آرہی تھی۔ اس نے سادہ سیاہ میکسی پہن رکھی تھی جو پاؤں کو چھوتی تھی۔ بال جوڑے میں بندھے تھے اور کانوں سے سرخ موتی لٹک رہے تھے۔ ہاتھ میں سرخ کلچ تھا۔ ایڈم کو دیکھ کے وہ مسکرائی اور اس طرف چلی آئی۔

''تالیہ مراد....'' میشا نے ابرو اچکا کے گہری سانس لی۔ ''خوشی ہوئی آپ کو دیکھ کے۔''

تالیہ ایڈم کے قریب آئی۔ اسے سلام کیا۔ تاخیر کے لیے معذرت کی۔ پھر میشا کو دیکھا تو لاعلمی سے ایڈم کو اشارہ کیا جیسے کہہ رہی ہو یہ کون ہے؟ ایڈم اس انداز پہ گڑبڑا گیا۔

''یہ وہ آرٹسٹ جن کی نمائش پہ ہم اس وقت کھڑے ہیں۔''

تالیہ نے لاعلمی سے معذرت کرتے ہوئے کندھے اچکائے۔

''سوری میں آپ سے واقف نہیں تھی۔اس شہر سے عرصہ دراز سے لاتعلق رہی ہوں سو نئے آرٹسٹس کے بارے میں کوئی خبر نہیں۔میں آپ کا کام ضرور دیکھوں گی۔''

یشا مسکرا کے اس کا شکریہ ادا کرتی آگے بڑھ گئی۔تالیہ اسے دور جاتے دیکھتی رہی۔پھر چہرہ موڑا تو دیکھا' ایڈم اسے پتلیاں سکوڑے گھور رہا تھا۔

''نہ وہ آپ کو جانتی ہے نہ آپ اسے۔تو آپ نے مجھے کیوں کہا کہ آپ اسے جانتی ہیں؟''

''اور آپ نے میرا یقین کرلیا؟ یاد رہے...میں کون وومن ہوں۔'' وہ مسکرا کے گردن موڑ موڑ کے اطراف میں دیکھنے لگی۔ایڈم نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

''میں آپ کو سمجھ نہیں پا رہا۔''

''گڈ۔اب آپ کی کہانی مزید دلچسپ ہو جائے گی۔'' وہ گردن موڑ کے ایک فوٹو فریم کو دیکھ رہی تھی۔اس میں ایک خوبصورت سیاہ گھوڑا گھاس چرتا نظر آ رہا تھا۔

''یعنی آپ اس کو نہیں جانتی تھیں۔آپ نے یہ صرف اس لیے کہا تا کہ میں آپ کو پارٹی میں ساتھ لے جاؤں۔میں ویسے بھی لے جاتا۔آپ کو یہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔''

تبھی محفل میں نامحسوس سی ہلچل مچی۔کچھ لوگ سر جوڑے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہنے لگے۔تبھی سوٹ والے افراد اندر آئے اور ارد گرد بکھر گئے۔وہ مختلف آلوں کی مدد سے گیلری کو سویپ کر رہے تھے۔چند لمحے گزرے جب انہوں نے وائرلیس پہ باہر والوں کو کلیئر کی خبر دی۔ہلچل بڑھ گئی۔لوگ دروازے سے راستہ چھوڑ کے کھڑے ہو گئے۔

''پتہ ہے میں یہاں کیوں آنا چاہتی تھی؟'' وہ دونوں ہجوم سے ہٹ کے ایک دیوار کے ساتھ کھڑے دروازے کو دیکھ رہے تھے۔'' کیونکہ یہ وہ جگہ ہے جہاں ہم پہلی بار ملے تھے۔''

''ہم؟''

''میں' تم' فاتح اور عصرہ۔'' وہ دروازے سے داخل ہوتے فاتح کو دیکھ کے بولی۔وہ حسب معمول لوگوں میں گھرا مسکرا کے اندر آ رہا تھا۔اشعر اور جولیانہ اس کے ہمراہ تھے۔یشا ان کو خوش آمدید کہہ رہی تھی۔اسے جولیانہ کے آنے کی بہت خوشی تھی۔

''اسی گیلری میں؟''

''ہاں۔یہ عصرہ کی گیلری ہوا کرتی تھی۔گو کہ اس سے دو تین دن پہلے بھی ہم ملے تھے۔میں' تم' فاتح اور عصرہ۔تنکو کا مل

کے گھر لیکن تب تم لوگ ایک نوکرانی سے مل رہے تھے۔ اصل تالیہ مراد سے نہیں۔ یعنی کہ سوشلائیٹ تالیہ سے نہیں۔ ہماری اصل ملاقات اس گیلری میں ہوئی تھی۔"

"اسی لیے آپ یہاں آنا چاہتی تھیں۔ آپ وان فاتح سے اسی جگہ ملنا چاہتی تھیں جہاں آپ پہلی دفعہ ان سے ملی تھیں۔

"How poetic.

"اب تم تالیہ مراد کو سمجھنے لگے ہو۔"

"امید ہے کہ آپ کی کہانی اس سے زیادہ دلچسپ ثابت ہوگی اور میرا یہ سارا وقت ضائع نہیں جائے گا۔" وہ بور نظر آتا تھا۔

تالیہ نے پلٹ کے غور سے اسے دیکھا۔"میں آپ کا وقت ضائع نہیں کر رہی ایڈم۔ یا شاید آپ نے ابھی تک میرے خلاف دل سے بغض نہیں نکالا۔"

وہ چونکا۔"مجھے آپ سے کس چیز کا بغض ہو سکتا ہے؟"

"میری وجہ سے کچھ کھویا تھا آپ نے....."

"کیا؟"

اس نے ایڈم کی آنکھوں میں دیکھ کے وقفہ دیا۔"آپ کے چوزے.....وہ میری وجہ سے کھوئے تھے نا۔"

ایڈم ہلکا سا ہنس دیا اور گردن موڑ کے اس طرف دیکھنے لگا جہاں فاتح ربن کاٹ رہا تھا۔ کیمروں کے فلیش کی چکاچوند میں وہ مسکراتے ہوئے اب بیٹا کی فوٹوگرافی پہ تبصرہ بھی کر رہا تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے اس طرف دیکھتے رہے۔

"آپ کی جراءت پہ حیرت ہے۔" آواز پہ وہ دونوں اپنی ایڑیوں پہ گھومے تو دیکھا۔ سامنے اشعر کھڑا تھا۔ گلاس اٹھائے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ زہرخند ہوا۔"میرا خیال تھا آپ شرمندگی سے اپنے اپارٹمنٹ سے باہر نہیں نکل پائیں گی۔"

"کیا آپ کو ابھی تک سمجھ نہیں آیا کہ تالیہ کی ہمت کوئی نہیں توڑ سکتا؟" سیاہ لباس والی لڑکی مسکرائی تو اس کی آنکھوں میں چمک در آئی۔ اشعر نے تحقیر سے اسے دیکھا اور سرگوشی میں بولا۔

"تم میری بہن کی قاتل ہو۔ میں اپنی بہن کا انتقام ضرور لوں گا۔"

"وہ بہن جس کو بدنام کرنے کے لیے جعلی گھائل غزال بھیجی تھی آپ نے اسے؟"

"آہم۔" ایڈم کھنکھارا۔"آپ دونوں ایک ٹرائل میں گواہی دینے جا رہے ہیں۔ آپ کو آپس میں بات نہیں کرنی چاہیے۔"

''کیا اب میں اشعر صاحب کا حال تک نہیں پوچھ سکتی؟''وہ ابرو اچکا کے مسکرائی۔''آپ کا بازو کیسا ہے۔''

''وری فنی۔''اشعر نے تنفر سے سر جھٹکا اور آگے بڑھ گیا۔مشروب کا آخری گھونٹ بھر کے اس نے گلاس پرے رکھا۔ایک نظر دور مہمانوں میں گھرے فاتح اور ریشا کو دیکھا۔پھر اپنے پی ایس کو اشارے سے بلایا۔

''احمد نظام....تالیہ مراد کا وکیل....اس سے میری بات کرواؤ۔اس روز ہماری بات ادھوری رہ گئی تھی۔''وہ زیر لب مسکرا کے بولا۔ماورائے عدالت ساز باز میں اپنا ہی لطف تھا۔

کچھ دیر بعد پی ایس اس کے پاس آیا۔''سر....میں نے ان سے بات کی ہے۔وہ کہہ رہے ہیں انہوں نے آپ کو فون نہیں کیا تھا۔''

اشعر محمود ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا۔نظریں آہستہ سے تالیہ کی طرف موڑیں۔وہ دور ایڈم کے ساتھ کھڑی اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔سیاہ لباس اور سرخ ائیر رنگز والی لڑکی بالکل مطمئن اور پرسکون نظر آتی تھی۔

(آپ کا بازو کیسا ہے؟) اشعر تیزی سے مڑا اور ریسٹ روم کی طرف بڑھ گیا۔ایک باتھ روم کے اندر آکے اس نے دروازہ بند کیا اور کوٹ اتار کے اسٹینڈ پہ لٹکایا۔پھر تیزی سے بائیں آستین اوپر چڑھائی۔

بازو پہ سرخ سا نشان نظر آ رہا تھا جو دو تین دن سے اسے بار بار کھجانے پہ مجبور کر دیتا تھا۔جیسے کسی نے بے احتیاطی سے سرنج اندر گھسائی ہو۔

اس نے چہرہ اٹھا کے آئینے میں خود کو دیکھا۔اس کی رنگت سفید پڑ رہی تھی۔پھر اس نے موبائل نکالا اور وہ ویڈیو کھولی جو اسے ایک پولیس آفیسر نے بھیجی تھی۔انٹیروگیشن روم میں زخمی چہرے والی تالیہ بیٹھی خوف سے کہہ رہی تھی۔

''اغوا کار....میں نے ان کی شکل نہیں دیکھی.....انہوں نے ماسک پہن رکھے تھے.....''

یہ وہ تالیہ نہیں تھی جو ابھی باہر گیلری میں کھڑی تھی۔وہ زخمی چہرہ'وہ اندھیرے سے روشنی میں آنے کا خوف....وہ سب اداکاری تھا۔وہ اغوا والی کہانی'کہانی نہیں تھی۔وہ اسے حقیقت بنا چکی تھی۔

وہ اس روز فاتح سے ملنے نہیں آئی تھی۔وہ اشعر سے ملنے آئی تھی۔سگنلز اسی نے خراب کیے تھے۔کال اسی نے کروائی تھی۔وہ جانتی تھی وہ اس کے پیچھے آئے گا۔اس نے جان بوجھ کے اسے بے ہوش کیا تھا۔تاکہ وہ اس کے اندر کوئی سرنج داخل کر سکے۔لیکن تالیہ اس کو کس چیز کا انجیکشن لگائے گی؟

اس نے الجھ کے بازو کے نشان کو دیکھا۔باقی ہر شے سمجھ آتی تھی۔وہ گرفتار ہونے آئی تھی۔اس نے جان بوجھ کے اشعر سے ہاتھاپائی کی تھی تاکہ وہ پولیس کو زخمی حالت میں ملے اور اس کی اغوا والی کہانی ٹھوس لگے۔لیکن اغوا والی کہانی تو تب ثابت

ہو گی جب پولیس کو وہ کنٹینر ملتا اور.....

اشعر نے چونک کے بازو کے نشان کو دیکھا۔تالیہ نے اسے انجیکشن نہیں لگایا تھا۔اس نے اشعر کا خون نکالا تھا۔اس کے پاس ایک بیگ تھا۔گرفتاری کے وقت اس کے پاس سے کوئی بیگ نہیں ملا تھا۔اس نے راستے میں ایک ٹیکسی بدلی تھی۔وہ ٹیکسی یقیناً اس کے کسی سہولت کار کی تھی۔اس نے بیگ اس کی کار میں چھوڑ دیا ہو گا۔اور اس بیگ میں کیا ہو گا؟

اس نے کرب سے آنکھیں میچیں۔اشعر کے فنگر پرنٹس اور خون لگی چیزیں۔اور یقیناً بہت جلد پولیس کو ایسا کنٹینر مل جائے گا جس میں وہ چیزیں موجود ہوں گی۔

☆☆=========☆☆

پولیس کمشنر اپنے آفس میں بیٹھا فائلز دیکھ رہا تھا اور ساتھ ساتھ چائے کے مگ سے گھونٹ بھر رہا تھا جب دروازہ کھٹکھٹا کے اس کا ماتحت اندر داخل ہوا۔کمشنر نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

''پھر؟''

ماتحت نے آستینیں چڑھا رکھی تھیں اور ٹشو سے پیشانی کا پسینہ صاف کر رہا تھا۔

''آپ یقین نہیں کریں گے۔''

''میں کر لوں گا۔تالیہ مراد سچ کہہ رہی تھی نا؟'' وہ سانس روکے اس کو دیکھ رہا تھا۔وہ کرسی کھینچ کے بیٹھا اور آگے کو جھکے پرجوش آواز میں بتانے لگا۔

''وہ سب سچ کہہ رہی تھی۔اس کو واقعی اغوا کیا گیا تھا۔آپ نے دیکھا وہ روشنی سے اسی لیے خوفزدہ تھی کیونکہ اسے ایک لمبا عرصہ اندھیرے میں رکھا گیا تھا۔میری ٹیم کو وہ کنٹینر مل گیا ہے اور اس کے وہیکل کا نمبر ۷۷۸۶ ہے۔وہ آدھا سرخ ہے اور آدھا نیلا۔''

کمشنر نے فائل بند کی اور مسکرا کے آگے ہوا۔''لیکن اگر یہ صرف ایک اتفاق ہوا؟''

''اونہوں۔آگے تو سنیں۔کنٹینر کے اندر خون کی دھاریں ہیں۔جیسے کوئی زخمی حالت میں وہاں سے نکلا ہے۔خون آلود پیپر بھی ہیں۔ٹوٹی ہوئی ہتھکڑی' خون آلود رسی' چند بال' اور بہت سے فنگر پرنٹس ہمیں ملے ہیں۔وہاں یقیناً کسی کو اغوا کر کے رکھا گیا تھا۔''

''او کے۔تمام سیمپلز لیب بھجوا دو اور جیسے ہی ٹیسٹ رپورٹس آئیں' مجھے اطلاع کرو۔فرانزک سے کہو کہ اس کنٹینر کا اچھی طرح جائزہ لے۔یہ کیس بہت دلچسپ ہو چکا ہے۔''

''آئی نو سر۔'' وہ جوش سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ کمشنر نے پیچھے کو ٹیک لگائی اور جھر جھری لی۔

(یعنی وہ لڑکی سچ کہہ رہی تھی؟ بہت دلچسپ۔)

☆☆==========☆☆

آرٹ گیلری میں مہمان اب ٹولیوں کی صورت آگے پیچھے فوٹو فریمز کا جائزہ لیتے نظر آرہے تھے۔ پس منظر میں دھیمے سروں میں موسیقی بج رہی تھی۔ ڈرنکس اور سوئیٹس سرو کی جا رہی تھیں۔ ایک ویٹر تالیہ اور ایڈم کے قریب ٹرے لے کر آیا تو ایڈم نے سویٹ کا ایک ٹکڑا اٹھا لیا۔ تالیہ نے مسکرا کے سرنفی میں ہلا دیا۔ وہ آگے بڑھ گیا۔

اشعر تیز قدموں سے ان کے قریب آیا تو تالیہ نے مصنوعی حیرت سے اس کا غصیلا چہرہ دیکھا۔

''آپ کو کیا ہوا؟''

''تم مجھے اپنے اغوا کے جرم میں فریم کر رہی ہو ناں؟'' وہ سرگوشی میں غرایا۔ ''تم اس دن جان بوجھ کے گرفتار ہوئی تھیں۔ تم نے میرے فنگر پرنٹس لیے۔ میرا خون لیا۔ میرا ڈی این اے اب تم کسی کنٹینر پہ ڈال کے مجھے پھنسانا چاہ رہی ہو؟''

''اوہ واؤ۔'' ایڈم نے لب گول کیے چونک کے تالیہ کو دیکھا۔ اس نے مسکرا کے کندھے اچکا دیے۔

''مجھے نہیں پتہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اشعر صاحب۔''

''جلد ہی پولیس کو کوئی ایسا مشکوک کنٹینر مل جائے گا میں جانتا ہوں۔'' وہ چبا چبا کے بولا۔ ''لیکن یاد رکھنا اس طرح کی فریم جابز کامیاب نہیں ہوتیں۔''

''میں نے کہا نا' مجھے نہیں معلوم آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''تالیہ!''

شناسا آواز پہ اسے لگا وہ سانس لینا بھول گئی ہے۔ وہ چونک کے مڑی۔ وان فاتح سامنے سے چلا آرہا تھا۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔ تعجب تھا۔ خوشی تھی۔ پیچھے دو گارڈز بھی تھے۔ اشعر تن فن کرتا وہاں سے ہٹ گیا۔ وہ اب اشعر کی طرف متوجہ بھی نہیں تھی۔

فاتح اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔ وہ دم سادھے اسے دیکھے گئی۔

''تالیہ.... کیسی ہو؟'' وہ نرم مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔ پچھلے سال.... یا پچھلے دن.... درمیان سے وقت کے سارے حساب کتاب غائب ہو گئے تھے۔

اس کے لب ہلکی سی مسکراہٹ میں ڈھلے۔

''اچھی ہوں۔وقت میرے ساتھ بہت مہربان رہا ہے۔اور آپ؟''

''میں ٹھیک ہوں' تالیہ۔میں بہت سوں سے بہتر ہوں۔''مسکرا کے ہلکے سے شانے اچکائے۔وہ اس سے نظریں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔اور ان نظروں میں اپنائیت تھی' محبت تھی' مسکراہٹ تھی۔وہاں کوئی گلہ' کوئی سوال' کچھ نہ تھا۔

ایڈم گلاس سے گھونٹ بھرتا وہاں سے ہٹ گیا۔لوگ مڑ مڑ کے ان کو دیکھنے لگے۔گارڈز فاتح کے پیچھے آ کھڑے ہوئے اور کسی کو بھی اس طرف آنے سے روکنے لگے۔

ایک دفعہ پھر بھری محفل میں وہ تنہا تھے۔

''لانگ ٹائم۔'' وہ اس کو دیکھ کے مسکرا کے کہہ رہا تھا۔

''اچھا؟ میرے لیے جیسے کل کی ہی بات تھی۔'' وہ زخمی سا ہنسی۔سفید دیواروں پہ لگے سارے سیاہ گھوڑے اپنی گہری آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھنے لگے۔اردگرد کی تمام آوازیں بند ہو چکی تھیں۔

''تمہیں یاد ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں ہم پہلی دفعہ ملے تھے۔ہم سب۔''

''آپ کو بھی یاد ہے؟''اسے حیرت ہوئی۔کبھی اس کے بھولنے پہ حیرت ہوتی تھی۔آج اس کے یاد رہ جانے پہ حیرت ہوئی تھی۔

''ہوں۔مجھے نہیں معلوم تھا تم یہاں آئی ہو گی۔اب میرے جانے کا وقت ہے۔''فاتح نے کلائی کی گھڑی دیکھی اور پھر اسی بشاشیت سے تالیہ کو دیکھا۔''میں کل صبح تمہارا انتظار کروں گا۔تم آ رہی ہو نا؟''

اس شخص کو کون انکار کر سکتا تھا۔تالیہ نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔وہ جیسے آیا تھا ویسے ہی پلٹ گیا۔اس کی خوشبو اور حفنا طیسیت کا ہالہ اس کے ساتھ ہی دور ہوتا گیا۔

فسوں ٹوٹا تو تالیہ نے چونک کے ادھر ادھر دیکھا۔ایڈم قریب ہی کھڑا تھا۔مسکرا کے قریب آیا اور سرگوشی میں بولا۔

''آپ کی پی ایم سے باتیں کرنے کی تصاویر جو ایک گھنٹے کے اندر اندر سوشل میڈیا پہ آنے والی ہیں یا تو آپ کا کیس خراب کریں گی یا.....''

''اٹس اوکے ایڈم۔'' وہ مسکرا دی۔''تالیہ اب کسی چیز سے نہیں ڈرتی۔''اور کندھے اچکا دیے۔دور کھڑا اشعر ابھی تک ان دونوں کو گھور رہا تھا۔

☆☆=========☆☆

نمائش کے اختتام کے تین گھنٹے بعد.....کوالالمپور کے ایک پوش علاقے میں بنے بنگلے کے باہر پولیس کی تین گاڑیاں کھڑی

تھیں۔ بنگلے کی کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹے نظر آ رہے تھے اور دیواروں پہ سرخ پینٹ سے نازیبا کلمات لکھے دکھائی دے رہے تھے۔ یوں لگتا تھا کسی نے بنگلے پہ بری طرح حملہ کیا تھا۔ کہیں کہیں گولیوں کے راؤنڈز اور شیل بھی بکھرے تھے۔ پولیس اہلکار ہر جگہ بکھرے ان چیزوں کو اکٹھا کر رہے تھے اور متاثرہ حصوں کی تصاویر لے رہے تھے۔

اندر لاؤنج میں توڑ پھوڑ کے آثار واضح نظر آتے تھے۔ فرنیچر ادھر ادھر بکھرا تھا۔ ڈیکوریشن پیسز ٹوٹے پڑے تھے۔ پینٹنگز پھٹی ہوئی نیچے پھینکی گئی تھیں۔

بڑے صوفے پہ ایک تیرہ چودہ سالہ لڑکی میشا سے لگ کے بیٹھی تھی۔ میشا شال لپیٹے، سرخ ناک اور گیلی آنکھوں سے سامنے بیٹھے تفتیشی افسر کو بتا رہی تھی۔

”میں نمائش سے گھر آئی تو سب کچھ اسی طرح پڑا تھا۔ میری پینٹنگز بھی پھاڑ دیں اس نے۔ میرے کمرے کے لاکر سے کیش بھی غائب ہے۔“ اس کی آواز میں کپکپاہٹ تھی اور وہ خود کو کمپوز رکھنے کی کوشش میں بری طرح ناکام نظر آتی تھی۔ سارا مسکارا بہہ گیا تھا۔ جیولری تک اتارنے کا وقت نہیں ملا تھا۔

”مسز میشا..... آپ کو کس پہ شک ہے؟“

اس نے گیلی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ”پتہ نہیں۔“ اور نظریں جھکا دیں۔

”ماما۔“ نوعمر لڑکی نے شکایتی انداز میں اسے جھنجھوڑا۔

”آپ بنا کسی ڈر اور خوف کے بتائیں۔ ہم ان کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دلوائیں گے مسز میشا۔“

”مجھے نہیں معلوم۔ میری کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔“ وہ جھلا کے بے بسی سے بولی۔

تھوڑی دیر بعد تفتیشی افسر اٹھ کے گیا تو میشا نے فون نکالا۔ پھر آنسو پونچھتے ہوئے ایک چیٹ کھولی جس پہ لکھا تھا ”پی ایم فاتح رامزل“۔ اس نے کپکپاتی انگلیوں سے میسج ٹائپ کرنا شروع کیا۔

”کیا آپ کی مدد کی آفر ابھی تک برقرار ہے، داتو سری؟“

پیغام بھیج کے اس نے سر گھٹنوں میں جھکا دیا۔ آنسو اب بھی گرتے جا رہے تھے۔

☆☆=========☆☆

پتراجایا پہ سرما کی چمکیلی سی صبح بہت سی تازگی لیے آئی تھی۔ آج منہ اندھیرے سے ہلکی ہلکی بارش شروع ہوئی تھی جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اکثر لوگ آج گھروں میں دبکے تھے۔ کام پہ تاخیر سے جانے کا ارادہ تھا۔

سری پردھانہ کی اونچی کھڑکیوں سے محل کے وسیع و عریض سبزہ زار بارش میں بھیگتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ایک

راہداری میں کھڑی' ایک کھڑکی کے شیشے پہ لڑھکتے قطرے دیکھ رہی تھی۔

فاتح کا پی ایس اپنے ڈیسک پہ بیٹھا اس خاص مہمان کو دیکھ رہا تھا۔ وہ جب سے آئی تھی' کھڑکی کنارے کھڑی تھی۔ یہاں سے باہر کا گھاس بھیگتا دکھائی دے رہا تھا۔ سفید کوٹ اور اسکرٹ پہنے' کندھوں تک آتے سیاہ بال کھلے چھوڑے' اس نے کانوں میں سفید موتی پہن رکھے تھے۔ وہ یہاں کھڑی کوئی سفید مورت لگتی تھی۔

''آپ اندر جا سکتی ہیں۔'' پی ایس نے کھنکھار کے تالیہ کو اطلاع دی تو وہ دھیرے سے پلٹی اور لکڑی کے اونچے دروازوں کی جانب بڑھ گئی۔

وہ پہلی دفعہ سری پردھانہ آنے والوں سے مختلف تھی۔ پی ایس اس کو صرف خبروں اور ٹی وی کی حد تک جانتا تھا۔ پھر بھی اسے دیکھ کے عجیب سا احساس ہوا تھا۔ لوگ سری پردھانہ میں پہلی دفعہ آ کے رعب کا شکار' مسحور نظر آتے تھے۔ البتہ وہ جس اٹھی گردن کے ساتھ آئی تھی' اسی اٹھی گردن کے ساتھ اندر چلی گئی۔

ایسے جیسے وہ اس سے بڑے محل دیکھ چکی ہو۔ جیسے وہ ایسے ہی محلوں میں بڑی ہوئی ہو۔

دروازے سے پردھان منتری کی کرسی کا فاصلہ چند گز تھا۔ تالیہ نے اندر قدم رکھا تو فاتح بے اختیار اپنی کرسی سے اٹھا۔

''ویلکم بیک۔'' وہ مسکرا کے بولا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ تالیہ نے قدم اس کی طرف بڑھائے۔ ہر قدم کے ساتھ زمین جیسے لپٹتی جا رہی تھی۔ ماضی ایک فلم کی طرح نظروں کے سامنے گھومنے لگا۔

تنکو کامل کی نوکرانی بن کے اس نے فاتح کو پہلی دفعہ جوس پیش کیا تھا۔ ایک قدم.....

عصرہ کی گیلری میں وہ سنہرے بالوں والی لڑکی اس سے ملی تو اس نے اسے تاشہ کہہ کے پکارا....

چار قدم......

وہ عصرہ اور اشعر کے ساتھ ان کی ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھی گھائل غزال کی اصلیت نہ بتا سکی تھی۔

وہ سن باؤ کے گھر کی زیر زمین سیڑھیوں کے نیچے کھڑی تھی جب اس نے ایڈم اور فاتح کو ایک ساتھ نیچے آتے دیکھا۔

پانچ قدم۔

وہ تینوں آگے پیچھے جنگل میں چل رہے تھے...... چھے قدم.....

وہ جیا میں کھڑا چائے پیالیوں میں ڈال رہا تھا..... وہ شہزادیوں کا تاج پہنے بگھی سے اتر رہی تھی.....

سات قدم.....

وہ قید میں زخمی حالت میں پڑا تھا اور وہ اس کے گال کے زخم پہ مرہم رکھ رہی تھی۔

آٹھ قدم......

وہ اسے بھول چکا تھا اور وہ اس کی چیف آف اسٹاف بنی اس کے لیے کافی کے مگ بھاگتی ہوئی لا رہی تھی۔

نو قدم......

وہ اس کے آفس میں کھڑی اسے بتا رہی تھی کہ وہ استعفیٰ دے رہی ہے کیونکہ وہ دوسرے سیاستدانوں جیسا نکلا ہے......

وہ دونوں یان سوفو کے کنویں پہ بیٹھے تھے اور اس نے بالوں میں پھول اٹکا رکھا تھا......

دس قدم......

وہ الاؤ کے پاس بیٹھے تھے.....اس قدیم قلعے میں.....اور وہ دیوار پہ وہ نظم لکھ رہی تھی......

گیارہ قدم......

اور وہ اس کے سامنے تھا۔ فاصلے ختم ہو چکے تھے۔

''بیٹھو۔''

وہ کرسی کھینچ کے بیٹھی۔ سارے ماہ و سال کہیں گم ہو گئے۔ فضا میں عجیب سا سحر بکھر گیا۔

''تم کیسی ہو؟'' وہ آگے کو جھکے اس کی آنکھوں میں جھانک کے پوچھ رہا تھا۔ تالیہ نے ابرو اٹھائی۔

''میرا خیال تھا آپ پوچھیں گے کہ تم کہاں تھیں؟'' اس کی آنکھوں میں نمی در آئی۔

''کیا مجھے پوچھنا چاہیے؟''

''ہاں۔ میرا خیال تھا کہ آپ مجھ سے جواب مانگیں گے کہ میں آپ کو چھوڑ کے کیوں چلی گئی؟ کیا میں اپنے بابا کے پاس رک گئی؟ کیا آپ کو اور ایڈم کو بھیج کے میں نے ایک اور کون گیم کھیلا؟ کیا میں نے آپ کو دھوکہ دیا؟ مگر آپ....'' اس کی آنکھوں میں تعجب تھا۔ ''آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں؟ میں چھ سال تک دور رہی.....اور آپ نے جواب نہیں مانگا۔ نہ کل۔ نہ آج؟''

وہ مسکرا کے اٹھا اور پیچھے کھڑکی کے ساتھ رکھے اسٹینڈ تک گیا۔ کھڑکی پوری دیوار جتنی اونچی تھی۔ اس کے پردے کھلے تھے اور اس کے پار بارش میں بھیگتا سبزہ زار دکھائی دے رہا تھا۔

وہ تالیہ کی طرف پشت کیے بوتل سے پانی چائے کی برقی کیتلی میں انڈیلنے لگا۔

''مجھے نہیں معلوم اس روز تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا' تالیہ۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔ میں نے سنا

کہ ایڈم تمہیں پکار رہا ہے کہ نیچے آؤ۔ لیکن جب میں نے پلٹ کے دیکھا تو ایڈم حیرت سے پیچھے دیکھ رہا تھا جہاں صرف اندھیرا تھا۔ ہم دونوں پیچھے کو پلٹے لیکن دروازہ ایک سیاہ دیوار میں بدل چکا تھا۔ پیچھے کا راستہ ختم ہو چکا تھا۔ میں واپس مڑا تو دیکھا' سامنے ایک اور دروازہ تھا۔ نہ اس دفعہ کوئی دریا تھا' نہ کوئی بارش۔ وہ چابی جو یان سوفو نے بنائی تھی' وہ عجیب سی تھی۔ میں نے آگے کا دروازہ کھولا تو ہم جونکر اسٹریٹ پہ نکل آئے تھے۔ تم ہماری ساتھ نہیں تھیں اور میں زخمی تھا۔''

وہ گردن جھکائے اب کیتلی پہ ٹائمر سیٹ کر رہا تھا۔ بٹن دبا کے وہ اس کی طرف مڑا اور اسٹینڈ سے ٹیک لگائے' ہتھیلیاں دونوں اطراف میں میز پہ جمائے' اس کو دیکھ کے کہنے لگا۔

''میں زیادہ دیر ہوش میں نہیں رہ سکا تھا۔ ایڈم کہاں گیا' مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔ لیکن جب میں ہسپتال میں جاگا تو اشعر میرے ساتھ تھا۔ میں نے تمہارے بارے میں دریافت کیا لیکن کسی نے تمہیں نہیں دیکھا تھا۔ ایڈم کے بارے میں سنا کہ وہ ٹراما سینٹر میں ہے۔ اس کی یادداشت کھو گئی ہے۔ میں ایک دو دفعہ اس سے ملنے گیا لیکن وہ مجھے نہیں پہچانتا تھا۔ اس کا ذہن اس دن تک واپس چلا گیا تھا جب وہ میرا باڈی گارڈ بنا تھا۔ میں نے اسے زیادہ تنگ نہیں کیا اور واپس اپنی زندگی میں چلا گیا۔''

''آپ نے استعفیٰ واپس لے لیا؟'' اس نے آنسوؤں کا گولہ بدقت نگلا۔

''ہاں۔ لیکن میں ہر چیز سے بدل ہو گیا تھا۔ چند ماہ تک ہر روز سونے سے پہلے میں سوچا کرتا تھا کہ تالیہ نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کیوں واپس نہیں آئی؟ کیا اس نے یہ جان بوجھ کے کیا؟''

کیتلی کی گھنٹی بجی تو وہ مڑا اور کیبنٹ سے دو مگ نکال کے رکھے۔ پھر کیتلی اٹھائی۔ اس کے اندر پانی گرم پانی ابل رہا تھا اور کھڑکی کے باہر ٹھنڈا پانی برس رہا تھا۔

''میں نے ذوالکفلی کو ڈھونڈنا چاہا۔ وہ نہیں ملا۔ میں نے شکاریوں کو تلاشا۔ شاید کوئی تمہیں اس دنیا سے واپس لے آئے۔ میرا خیال تھا تم وہاں پھنس گئی تھی۔ چند ماہ تک میں خود فراموشی کی حالت میں رہا۔ میرا کیریئر متاثر ہوا۔ دوسرے لوگ میری کرسی پہ نظر رکھنے لگے۔ تب مجھے تم سے گلے بھی تھے اور شکایات بھی۔ تب تم واپس آ جاتیں تو شاید میں حساب مانگتا۔''

وہ اب گرم ابلتی دھار مگ میں انڈیل رہا تھا۔ گردن جھکی تھی اور الفاظ ٹھہر ٹھہر کے لبوں سے نکل رہے تھے۔

''لیکن تالیہ..... انسان کو معلوم بھی نہیں ہوتا اور ایک روز وہ نیند سے جاگتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ اس نے اپنے دکھ کو ہرا دیا ہے۔ وہ غم اس کے دل کو اب نہیں کاٹ رہا۔ انسان نیند سے جاگتا ہے اور اسے ایک دم سے اس کا کلوژر closure مل جاتا ہے۔ غم کو کنارہ مل جاتا ہے۔'' اس نے ٹی بیگ کپ میں ڈالا۔ پانی کا رنگ تیزی سے سنہرا ہونے لگا۔

''میں ایک صبح اٹھا اور مجھے احساس ہوا کہ تم نے وہ جان بوجھ کے نہیں کیا تھا۔ میں تمہیں جانتا تھا۔ تم کسی مسئلے میں گرفتار

ہوگئی ہوگی۔ تمہارے بابا کی کوئی سازش۔ کوئی وقت کا چکر۔ یہ قسمت تھی اور مجھے اسے قبول کرنا تھا۔''

دوسرے مگ میں اس نے چائے ڈال کے کیتلی رکھی۔ پھر چینی کے کیوبز دونوں مگوں میں ڈالے۔ پھر انہیں اٹھائے اس کے سامنے آیا۔ اس کا مگ رکھا اور اپنا لیے واپس اپنی کرسی پہ بیٹھا۔

''ان چھے سالوں میں کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب مجھے تمہارا خیال نہ آیا ہو۔ اور میں ہمیشہ تمہاری خیریت کا سوچتا تھا۔ تم اس دنیا میں ہو یا اس دنیا میں.... میری دعا تھی کہ تم ٹھیک رہو۔ کل تم سے ملنے سے پہلے تک میرے ذہن میں واقعی سوالات تھے لیکن اب نہیں ہیں۔''

''کیوں؟ کل مجھے دیکھ کے کیا لگا آپ کو؟''

دونوں مگ میز پہ یوں رکھے تھے کہ ان کی اڑتی بھاپ ان دونوں کے درمیان بار بار حائل ہو جاتی تھی۔ وہ اس سوال پہ مسکرا دیا۔

''میں نے پچھلے چھے سال تمہاری ہر بات پہ غور کیا ہے۔ ہر کون' ہر حرکت جو تم نے میرے سامنے کی یہاں تک کہ مجھے تمہارے چہرے کا ایک ایک تاثر یاد ہوتا گیا۔ تالیہ کب خوش ہوتی ہے۔ تالیہ کب خوشی ظاہر نہیں کرتی۔ کب وہ کامیاب ہوتی اور کب بے بس۔ تالیہ کی cryptic باتوں کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ مجھے لگتا ہے میں نے تمہاری غیر موجودگی میں تمہیں زیادہ اچھے سے پڑھ لیا ہے۔''

''اور؟'' اس نے سنجیدگی سے ابرو اٹھایا۔

''اور کل تمہیں دیکھ کے مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم خوش ہو۔'' اس نے مگ لبوں سے لگاتے ہوئے مسکرا کے کہا۔

''میرے اوپر ایک مرڈر ٹرائل چل رہا ہے۔ میں تھانے میں ایک دن گزار کے آئی ہوں۔ مجھے سارا ملک مجرم سمجھ رہا ہے۔ میری زندگی کے چھے سال کھو گئے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں خوش ہوں؟''

''ہاں۔ جب تم نے کہا وقت تم پہ مہربان رہا ہے تو میں سمجھ گیا تھا کہ تمہیں کچھ مل گیا ہے۔ کوئی ایسی خوشی جو تم شیئر نہیں کر سکتیں۔ لیکن وہ تمہارے انگ انگ سے پھوٹ رہی ہے۔'' وہ ٹیک لگائے گھونٹ بھرتے ہوئے غور سے اسے دیکھ کے کہہ رہا تھا۔ ''اور میں نے تمہاری انٹیروگیشن کی ویڈیو بھی دیکھی تھی۔ وہ سب ایک ایکٹ تھا۔ مجھے پتہ ہے۔''

''واؤ۔'' وہ مسکرا دی۔ ''آپ جانتے ہیں اس رات کیا ہوا تھا؟''

''میں سننا چاہوں گا۔''

''وقت نے میرے ساتھ چال چلی۔ میں دروازے میں دیر سے داخل ہوئی۔ شاید چھے سیکنڈ دیر سے۔ اور جب میں باہر

جونکر اسٹریٹ پہ نکلی تو چھے برس گزر چکے تھے۔"

"اوہ۔" اس کے لب تعجب سے سکڑے۔

"آپ لوگوں نے ایک زمانہ میرے بغیر گزار لیا۔ لیکن میں؟ میرے چھے سال کھو گئے۔ اور اب وقت کو واپس جگہ پہ لانے کا کوئی طریقہ میرے پاس نہیں بچا۔ میں آج بھی وہیں کھڑی ہوں۔ مجھے ابھی عصرہ کے قتل کا الزام ہٹانے کے لیے ایک لمبی لڑائی لڑنی ہے۔"

"میں نہیں جانتا مجھے کیا کہنا چاہیے۔ لیکن میں نے تمہیں مس کیا تالیہ۔ بہت زیادہ۔"

وہ زخمی سا مسکرادی۔ "میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی کیونکہ کوئی چھے دنوں میں کسی کو کتنا مس کر سکتا ہے؟"

"مگر تم خوش ہو۔ کیوں؟" فاتح نے گھونٹ بھر کے مگ میز پہ رکھ دیا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ کھڑکی کے باہر برستی بارش اب تھمنے کو تھی۔

"آپ واقعی مجھے جانتے ہیں۔" وہ دھیرے سے ہنس دی تھی۔ "میں واقعی خوش ہوں' فاتح۔ مجھے بالآخر وہ مل گیا ہے جس کی مجھے عرصے سے تلاش تھی۔"

"تمہاری بے گناہی کا ثبوت؟"

"اونہوں۔ ابھی تک میرے پاس کوئی خاص ثبوت نہیں ہے۔ لیکن میرے پاس کچھ اور ہے۔" وہ مبہم سا مسکرا کے کہتی اٹھی۔ "میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ ہم ملتے رہیں گے۔ لیکن مجھے خوشی ہے کہ آپ اتنے عرصے بعد بھی نہیں بدلے۔ آپ آج بھی مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"اور میں خوش ہوں کیونکہ تم خوش ہو۔ میں ریلیف محسوس کر رہا ہوں۔ تمہیں اس اطمینان اور بہادری کے ساتھ ان الزامات کا مقابلہ کرتے دیکھ کر۔ میں نے تمہیں کہا تھا کہ میں تمہیں اس معاملے سے نکال لوں گا۔ لیکن اب مجھے نہیں لگتا کہ تالیہ مراد کو میری مدد کی ضرورت ہے۔"

"جو مجھے آتا ہے وہ میری جان ہمیشہ بچاتا رہے گا۔" اس نے سر کو تعظیماً جھکایا۔ پھر اطراف میں اس پرتعیش آفس کو دیکھا۔ "یہ عہدہ پا کے کیسا لگتا ہے' فاتح؟ سوری میں آپ کو داتو سری' تو انکو یا تنگ دی امان بر حرمت وغیرہ نہیں کہہ سکوں گی۔"

"میں مائنڈ نہیں کروں گا۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے ہنکارا ابھرا۔ "اور یہ گفتگو کسی اور وقت کے لیے سہی۔ لیکن کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گی کہ تم خوش کیوں ہو؟"

"آپ جان جائیں گے۔" وہ مبہم سا مسکرا کے کہتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ نہ کوئی گلہ' نہ قسمت کی ستم ظریفی کا

تذکرہ۔ وہ چھے دن بعد ملے تھے۔ اور وہ ویسا ہی تھا۔

وہ چھے سال بعد ملے تھے۔ اور وہ ویسے ہی تھی۔

ایک دفعہ پھر دونوں نے ایک دوسرے کی زندگی میں اپنی موجودگی کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔ ایک دفعہ پھر وہ مشکل گفتگوان کے درمیان آڑے آ گئی تھی۔

وہ ان او نچے دروازوں سے نکلی تو ہال کے پار دروازے کے سامنے اشعر محمود کھڑا تھا۔ تھری پیش میں نک سک سے تیار وہ تندی سے اسے گھورے جا رہا تھا۔ اسے دیکھ کے تالیہ کھلے دل سے مسکرائی اور اس کی طرف آئی۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' وہ ماتھے پہ شکنیں ڈال کے بولا۔

''مجھے پردھان منتری نے بلایا تھا۔ آپ کو اعتراض ہے کیا' ایش؟'' ابرو اٹھا کے پوچھا۔

اشعر نے ایک کامن روم کی طرف اشارہ کیا اور خود اس طرف بڑھ گیا۔ وہ پیچھے آئی۔ اندر آ کے اس نے دروازہ بند کیا اور اس کی طرف گھوما۔

''میں نے سنا ہے پولیس کو ایک کنٹینر ملا ہے۔ اور فنگر پرنٹس وغیرہ بھی۔ ان کا میچ ڈھونڈا جا رہا ہے۔'' وہ دبی آواز میں غرایا۔ تالیہ نے مسکرا کے شانے اچکائے۔

''میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میں نے اپنے ماسک پہنے اغوا کار کو زخمی کیا تھا اور اس نے مجھے۔ معلوم نہیں ماسک کے پیچھے کون تھا لیکن پولیس یہ ضرور دیکھے گی کہ کس کی ناک پہ زخم کا نشان ہے۔'' اس نے اشعر کی ناک کی طرف اشارہ کیا۔

''اوہ پلیز۔'' وہ غصے سے بولا۔ ''تم نے مجھے فریم کرنے کے لیے بہت ہی ظاہری ثبوت چھوڑے ہیں۔ اگر میں اغوا کار ہوتا تو اس کنٹینر کو صاف کیوں نہ کرتا؟ سارے ثبوت وہیں کیوں چھوڑ دیتا؟''

''جیسے میں عصرہ کی قاتل ہوتی تو اپنے ہی کارڈ سے کیک کیوں آرڈر کرتی؟''

اشعر ایک دم بالکل لاجواب ہو گیا۔

''یہی مسئلہ ہے حقیقی دنیا کی پولیس کا' اشعر۔ وہ صرف ظاہری ثبوتوں کا پیچھا کرتی ہے۔ اگر آپ کے فنگر پرنٹس اس کنٹینر پہ مل گئے نا' اشعر.... تو آپ بڑی مشکل میں پھنسنے جا رہے ہیں۔''

''تم۔'' مارے ضبط کے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ''تم اچھی طرح جانتی ہو میں نے تمہیں اغوا نہیں کیا تھا۔ پھر تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟''

''اور آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ عصرہ کا قتل میں نے نہیں کیا تھا۔ میں بے قصور تھی۔ میں اتنے بے وقوفانہ ثبوت

کیسے چھوڑ سکتی تھی۔ لیکن مجھ سے تنفر کے باعث آپ نے سب سے پہلے مجھے الزام دیا۔ آپ کی گواہی نے مجھے مفرور ملزم بنایا۔ تو اگر میں ٹرائل کا سامنا کرنے جا رہی ہوں تو میں اکیلی کیوں جاؤں؟ آپ آرام سے کیوں بیٹھیں؟''

''میں اس کیس کو ایک چٹکی میں اپنے اوپر سے ختم کروا دوں گا۔ سمجھیں آپ۔'' اس نے چٹکی بجا کے کہا اور مڑ گیا۔

''یعنی ایک دفعہ پھر اشعر محمود خود کو تالیہ کے خلاف اتنا مصروف کر لے گا کہ اسے کچھ اور نظر ہی نہیں آئے گا۔'' وہ بڑبڑائی تھی۔

اشعر محمود جاتے جاتے رکا۔ پھر آہستہ سے پلٹا۔

''مصروف؟؟'' اسے اتنا معلوم تھا کہ تالیہ بے مصرف کوئی بات نہیں کہا کرتی تھی۔

''ہاں نا۔ مصروف۔ آپ تالیہ مراد کو گرفتار کرنے میں اتنے مصروف تھے کہ نوٹری پبلک یا میوزیم کی طرف سے آنے والی کالز پہ آپ نے توجہ نہیں دی۔''

''کیسی کالز؟''

''یہی تو مسئلہ ہے۔ آپ جیسے لوگ جب حکومت میں آتے ہیں تو ہر دو ماہ بعد اپنا نمبر بدل لیتے ہیں تاکہ عام عوام کی رسائی سے دور ہو جائیں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے دھیرے دھیرے کہہ رہی تھی۔ ''اس لیے نوٹری والوں کا آپ سے رابطہ نہیں ہو سکا۔ وہ عصرہ کی وصیت پہ عمل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ آپ وصیت کے ایگزیکیوٹر نہیں تھے۔ اس لیے انہوں نے آپ کو زیادہ تنگ نہیں کیا اور وصیت پہ عمل درآمد کروا دیا۔''

''اوہ۔ وہ اینٹیک نوادرات؟'' اشعر نے گہری سانس لی۔ ''مجھے معلوم ہوا تھا کہ میوزیم وہ آپ کے حوالے کرنے جا رہا ہے۔ پہلی بات اُن کی کوئی خاص ویلیو نہیں ہے۔ دوسری بات اُس وصیت کے خلاف میرا ایک کلیم چٹکی میں (چٹکی بجائی) اس کو منسوخ کروا سکتا ہے۔ وہ اینٹیک میرے خاندان کی ملکیت تھے۔ اور میرے ہی رہیں گے۔''

''وہ اینٹیک جس میوزیم کے پاس امانت تھے انہوں نے کل وہ مجھے دے دیے تھے کیونکہ وصیت کے مطابق ان پہ میرا حق تھا۔''

''سو؟ میں ابھی عدالت میں کلیم جمع کروا دوں گا اور وہ مجھے واپس مل جائیں گے۔ اگر آپ نے وہ بیچ دیے تو آپ کو ان کی قیمت ادا کرنی ہو گی۔''

تالیہ لمحے بھر کو چپ ہوئی۔ پھر سر ہلایا۔ ''آپ درست کہہ رہے ہیں۔ آپ سول کلیم داخل کرا کے انہیں واپس لے سکتے ہیں۔ جب میں واپس آئی تھی تو سب سے بڑا عذاب مجھے یہ اینٹیک لگے تھے جو عصرہ نے میرے گلے ڈال دیے تھے۔ لیکن

پھر مجھے احمد نظام نے ایسی بات بتائی جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ وقت مجھ پہ بہت مہربان رہا ہے۔"

"کیا؟" وہ پتلیاں سکوڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کہ ملائیشیا میں سول مقدمے کا ایک statue of limitation ہوتا ہے۔ آپ وکیل ہیں۔ آپ کو یاد ہے کتنی میعاد تک آپ کسی کے خلاف سول مقدمہ دائر کر سکتے ہیں؟"

اشعر محمود کی رنگت ایک دم سفید پڑی۔ اس نے تیزی سے سیل فون نکالا۔ مگر وہ مسکرا کے کہے جا رہی تھی۔

"میں نے احمد نظام سے پوچھا کہ چھ سال میں کیا بدل جاتا ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ آپ ملائیشیا میں پورے چھ سال تک سول مقدمہ دائر کر سکتے ہیں۔ اگر کسی معاملے کو چھ سال گزر چکے ہوں تو آپ مقدمہ نہیں دائر کر سکتے۔ اب آپ کے سول کلیم کی میعاد ختم ہو چکی ہے۔ عدالت آج وہ نوادرات مجھے دے دے گی اور آپ کچھ نہیں کر سکتے۔" پھر وہ رکی اور محظوظ انداز میں اضافہ کیا۔

"جب عصرہ نے ان کو میرے نام لگایا تھا تو ان کو نہیں معلوم تھا کہ یہ نوادرات جن اصل شہ پاروں کا حصہ ہیں وہ صدیوں سے زمین میں دفن ہیں۔ اس وقت ان کی کوئی ویلیو نہیں تھی۔ لیکن چند ماہ پہلے ہانگ کانگ میں کھدائی کے دوران ملاکہ کی تہذیب کے چند ایسے نوادرات ملے تھے جنہوں نے عصرہ کے ان بے کار نامکمل ٹکڑوں کی اہمیت آسمان پہ پہنچا دی ہے۔ لیکن آپ کو علم کیوں نہ ہو سکا؟"

اشعر بس ششدر سا اسے سنے جا رہا تھا۔

"تین باتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو میوزیم کے کیوریٹرز نے یہ بات آپ سے چھپائی کیونکہ وہ انہیں اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے۔ یا آپ اپنی سیاست میں اتنے مصروف رہے کہ آپ کو معلوم نہیں ہو سکا کہ غیر ملکی کلیکٹر ان نوادرات کی قیمت کئی ملین ڈالرز تک پہنچا چکے ہیں۔ یا آپ کو ان کی اصل قیمت معلوم تھی لیکن آپ انہیں فاتح کی فیملی کو نہیں دینا چاہتے تھے ورنہ کب کا کلیم داخل کروا چکے ہوتے۔ لیکن مجھے....." دھیرے سے اپنے سینے پہ انگلی سے دستک دی۔

"مجھے آرٹ کی پہچان بھی ہے.....اور میرے آرٹ کی دنیا سے روابط بھی ہیں۔ وہ نوادرات اب صرف میرے ہیں۔ "وقت" کو معلوم تھا کہ ان کی تب اہمیت نہیں ہے۔ "وقت" نے ان کو قیمتی بنایا اور مجھے اتنی مہلت دی کہ آپ ان کو مجھ سے چھین نہ پائیں۔"

اشعر محمود تیزی سے موبائل پہ نمبر ملا رہا تھا۔ "میں تمہیں دیکھ لوں گا۔ میں سول کلیم داخل کر کے دکھاؤں گا۔"

"یہ کام آپ کو بہت پہلے کرنا چاہیے تھا۔ لیکن آپ نے جان بوجھ کے نہیں کیا۔ میرا خیال ہے آپ کو ان کی اہمیت معلوم

تھی۔ آپ صرف انہیں فاتح کے بچوں کو نہیں دینا چاہتے تھے۔"

وہ بکتا جھکتا' فون کان سے لگاتا تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس کی رنگت سرخ پڑ رہی تھی اور حواس اڑتے جا رہے تھے۔

تالیہ مسکرائی اور باہر کی جانب قدم بڑھا دیے۔

اس کو بالآخر وہ خزانہ مل چکا تھا جس کی اسے برسوں سے تلاش تھی۔

وقت اس پہ بہت مہربان رہا تھا۔

☆☆=========☆☆

جھیل کا پانی سرما کی دھوپ میں چمک رہا تھا۔ دو بطخیں سست روی سے تیرتی دکھائی دے رہی تھیں۔ گاہے بگاہے وہ اپنے گردنیں پانی میں ڈالتیں' اور پھر سر دائیں بائیں ہلاتے ہوئے اسے باہر نکالتیں۔ اردگرد چھینٹے اڑتے جاتے۔ البتہ جھیل کنارے رکھا واحد بنچ ان کے چھینٹوں کی پہنچ سے دور تھا۔

بنچ پہ ایڈم بن محمد بیٹھا تھا۔ سفید ہائی نیک جرسی پہنے' وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے موبائل پہ کچھ دیکھ رہا تھا۔ ایڈم کی پشت پہ تالیہ بنا آواز کے قدم اٹھاتی آئی۔ دھیرے سے سفید ہیٹ اتارا اور اس کے ساتھ بنچ پہ رکھا تو وہ چونکا اور پلٹ کے دیکھا۔ پھر دھیما سا مسکرایا۔

"آپ کا ٹیکسٹ کافی دلچسپ تھا۔ آپ نے لکھا کہ آپ کے ہاتھ خزانہ لگ گیا ہے۔"

"ہوں۔" وہ مبہم سا مسکراتی ہوئی آگے آئی اور اس کے ساتھ بیٹھی۔ دونوں کا چہرہ اب جھیل کی طرف تھا اور ان درمیان سفید ہیٹ رکھا تھا۔

"مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آج عصرہ محمود کے وصیت کردہ نوادرات آپ کو تفویض کر دیے گئے ہیں۔"

تالیہ نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔ اس کی مسکراتی آنکھوں میں ڈوبتے سورج کا عکس تھا۔

"اپنی معلومات اپ ڈیٹ کر لیں۔ میں نوٹری پبلک سے آ رہی ہوں۔ نہ صرف نوادرات مجھے مل گئے ہیں بلکہ میں نے انہیں موقع پہ فروخت بھی کر دیا ہے۔"

"اتنی جلدی گاہک کیسے مل گئے آپ کو؟"

"میں اتنے دن سے گاہک ہی تو تلاش کر رہی تھی۔ تاکہ وصیت پہ عمل درآمد ہوتے ساتھ ہی سیل مکمل کر دوں۔ مجھے میری رقم مل چکی ہے اور نوادرات اپنے نئے مالکوں کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ اب مجھے ان کے چوری ہونے کا ڈر بھی نہیں ہے۔"

"دلچسپ۔ چھ سال کی قانونی میعاد نے آپ کو بچا لیا۔ کیا آپ اسی لیے چھ سال بعد آئی ہیں تاکہ آپ ان نوادرات کو

حاصل کر لیں؟'' ایڈم نے نوٹ بک نکالی اور گھٹنے پہ اس کو رکھ کے کچھ لکھنے لگا۔

''میں جانتی تھی آپ یہ سوچیں گے۔ بلکہ عدالت بھی یہ سوچے گی۔ احمر نظام نے بھی یہی کہا تھا لیکن مجھے پرواہ نہیں۔ میں بس یہ چاہتی تھی کہ اشعر محمود کو اس بارے میں کم سے کم معلوم ہو۔ اور ایسا ہی ہوا۔ معلوم ہونے کے باوجود بھی وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا لیکن ایسے مزا نہ آتا۔'' اب وہ مسکرا کے جھیل کے پانی کو دیکھ رہی تھی۔

''کیا میں اس وقت کوالالمپور کی امیر ترین خواتین میں سے ایک کے ساتھ بیٹھا ہوں؟'' وہ مسکرا کے پوچھنے لگا۔

''میں آج فاتح سے ملی۔'' وہ اس کا سوال نظر انداز کر کے دور تیرتی ہوئی بطخوں کو دیکھ کے بولی۔

''ہوں۔ گڈ۔ اور کیا نتیجہ نکلا اس ملاقات کا؟'' وہ لکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''ان کی زندگی میں میری جگہ نہیں ہے۔'' وہ اداسی سے بولی۔ ''حالانکہ وہ میرے ساتھ بہت مہربانی سے پیش آئے۔ وہ مجھے دیکھ کے خوش بھی ہوئے۔ لیکن ایڈم..... انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا اور اس کی جگہ کسی کی زندگی سے وقت کے ساتھ کتنی آسانی سے ختم ہو جاتی ہے نا۔''

''کیا میں یہ بھی لکھ دوں؟'' اس نے رسمی انداز میں پوچھا۔ وہ چہرہ موڑ کے بس اس کو دیکھنے لگی۔

''آپ ہماری زندگی کا اتنا اہم حصہ تھے اور اب آپ پوچھ رہے ہیں کہ کیا آپ یہ لکھ دیں؟'' اس کے انداز میں گلہ تھا۔ ایڈم نے گہری سانس لی۔

''مس مراد.... میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میری یادداشت میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔'' اس کا چہرہ سپاٹ سا تھا جیسے کسی ایسے اجنبی کا ہوتا ہے جسے کام کے باعث کچھ وقت ایک اجنبی کے ساتھ گزارنا پڑے۔ شائستہ' مہذب' پیشہ ورانہ لیکن اجنبی رویہ۔

''اچھا ہوا آپ کو یاد نہیں ہے۔ ورنہ میرے اور آپ کے درمیان ایک تکلیف دہ یاد تھی جس کے بارے میں ہم کبھی بات نہیں کرنا چاہتے تھے۔''

''اچھا؟ کیسی یاد؟'' اس کے انداز میں معمولی سی دلچسپی در آئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور جھیل ان کے سامنے پرسکون سی بہتی ان کو تک رہی تھی۔ بطخیں اب تیرتی ہوئی دور جا رہی تھیں۔

تالیہ چند لمحے اس کو دیکھتی رہی' پھر مسکرا کے سر جھٹک دیا۔ ''کچھ نہیں۔''

''ظاہر ہے اب میں اصرار کروں گا کہ آپ مجھے بتائیں۔''

''میری وجہ سے آپ کے چوزے کھوئے تھے نا۔ آپ مجھے ان کے لیے مورد الزام ٹھہراتے تھے۔'' وہ نم آنکھوں سے مسکرا

کے بولی۔ تو ایڈم نے پتلیاں سکوڑ کے اس کا چہرہ دیکھا۔

”آپ نے یہ بات گھڑی ہے۔ ورنہ میں اپنے چوزوں کی موت پہ یوں کسی کو موردالزام نہیں ٹھہرا سکتا۔“ وہ ہلکا سا ہنس کے واپس ڈائری پہ کچھ لکھنے لگا۔

”بس.... یہی چیز.... اسی کا میں انتظار کر رہی تھی۔“ وہ تیزی سے اس کی طرف گھومی تو ایڈم نے سوالیہ نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔ شہزادی کی مسکراتی آنکھوں میں چمک تھی۔

”کیا؟“

”میں نے کب کہا کہ چوزے مر گئے تھے؟ میں نے کہا کہ وہ کھو گئے تھے۔“

ایڈم کا قلم چلاتا ہاتھ رک گیا۔ وہ ٹھہر کے اسے دیکھنے لگا۔

جھیل کا پانی بھی ساکت ہو گیا اور بطخیں مڑ کے انہیں دیکھنے لگیں۔

”آپ نے خود ہی مجھے اس دن بتایا تھا کہ....“ وہ الجھ کے کہنے لگا لیکن تالیہ نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

”بس کرو ایڈم.... کتنی اداکاری کرو گے؟ مجھے معلوم ہے تمہیں کچھ نہیں بھولا۔“

وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کے بولی۔ وقت ان کے آس پاس ہی ٹھہر گیا۔

”مجھے پہلے دن، پہلے لمحے سے معلوم ہے کہ تمہیں سب یاد ہے۔ میں نے تمہیں تمہارا وقت دیا۔ اب بس کر دو۔“

ایڈم نے قلم کا ڈھکن چڑھایا، اسے جیب میں رکھا اور نوٹ بک کو پینٹ کی جیب میں ڈالا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ تالیہ نے گردن اٹھا کے اسے دیکھا۔

”تم اچھی اداکاری کر لیتے ہو لیکن میں تمہیں جانتی ہوں۔ تم نے بابا سے کہا تھا کہ اب ایڈم بن محمد اپنے لیے جیے گا۔ جب میں نے تمہاری یادداشت کا سنا تو جان گئی کہ تم نے وہ ناٹک اسی لیے رچایا ہے۔ تمہیں دیکھ کے یقین بھی ہو گیا۔“ وہ گردن اٹھا کے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ وہ جھیل کو دیکھ رہا تھا۔

”تمہیں یہ لگتا ہے کہ تم مجھ سے ناراض ہو؟ اسی لیے صرف پروفیشنل وجہ سے میرے ساتھ کام کر رہے ہو؟ تم ناراض ہو کہ میں نے اتنے برس رابطہ کیوں نہیں کیا؟ غلط۔ تم خود سے جھوٹ بول رہے ہو۔ اگر تم مجھ سے ناراض ہوتے تو میری اتنی مدد نہ کرتے۔“

ایڈم نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔ اس کی رنگت دہکتی گلابی ہو چکی تھی اور آنکھوں میں سرخی تھی۔

”آپ کیا سمجھتی ہیں؟ آپ اتنے سال بعد کسی کی زندگی میں ایک دفعہ پھر سے وارد ہو جائیں گی اور وہاں آپ کے لیے

جگہ ہوگی؟ سب کچھ پہلے جیسے ہو جائے گا؟ نہیں' بے تالیہ۔ آپ نے پیچھے رہنے کو خود چنا تھا۔ آپ نے مجھے چھوڑ دینے کو خود چنا تھا۔ میری زندگی میں اب آپ کی جگہ نہیں بچی۔'' یہ کہہ کے اس نے قدم آگے بڑھا دیے۔

وہ چپ چاپ اسے دور جھیل کی طرف جاتے دیکھے گئی۔ وہ پانی کے قریب جا کے کھڑا ہو گیا تھا۔ پہلوؤں پہ ہاتھ رکھے وہ اب پانی کے اوپر ڈوبتے سورج کو دیکھ رہا تھا۔

تالیہ نے کلائی کی گھڑی دیکھی۔ اسے ایڈم کو پورے دس منٹ کے لیے اکیلا چھوڑنا تھا۔ اس کا غصہ اور شرمندگی دس منٹ میں جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گی۔ وہ جانتی تھی۔

اس نے ہیٹ سر پہ رکھا اور گھڑی کو دیکھتے ہوئے ایک ایک سیکنڈ گننے لگی۔

چھے سال ہوں یا چھے دن' تالیہ مراد ایڈم بن محمد کے ہر انداز سے واقف تھی۔

یہ سارے کون گیمز اسی نے ایڈم کو سکھائے تھے۔ استاد کو کون مات دے سکا ہے بھلا؟

☆☆=========☆☆

وان فاتح کی رہائشگاہ کے مرکزی لاؤنج میں اس وقت ملازموں کی ایسی چہل پہل پھیلی تھی جیسی کسی مہمان کی آمد کے وقت ہوتی ہے۔ کوئی گیسٹ روم سیٹ کرنے جا رہا تھا۔ تو کوئی ییشا کے ٹرالی بیگز لیے ایک طرف جا رہا تھا۔

''یہاں آپ بالکل محفوظ ہوں گی۔ کوئی آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا' مسز ییشا۔''

وسط لاؤنج میں کھڑی جولیانہ بہت اپنائیت سے ییشا کا ہاتھ تھامے کہہ رہی تھی۔ ییشا اور اس کی بیٹی کے چہرے بجھے بجھے تھے۔ زرد' خوف اور بے یقینی کا شکار چہرے۔

''مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا یوں' جولی۔'' ییشا نے لاؤنج کی میز پہ ہینڈ بیگ رکھتے ہوئے یاسیت سے کہا۔ ''ایسے خود کو کسی کے اوپر بوجھ بنانا غیر مناسب ہے۔'' وہ شدید غیر آرام دہ لگتی تھی۔

''کم آن مسز ییشا.... آپ اتنے برسوں سے ہماری فیملی کا حصہ ہیں۔ جب تک وہ گرفتار نہیں ہوتا' آپ یہاں محفوظ رہیں گی۔''

''ہاں لیکن میں نے داتو سری کو بتا دیا تھا کہ یہ ارینجمنٹ صرف اس کے گرفتار ہونے تک ہے۔ جیسے ہی وہ پکڑا گیا' ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔''

''جی مسز ییشا۔ اور آپ اتنی شرمندہ نہ ہوں۔ یہ ویسے بھی ڈیڈ کا آئیڈیا تھا کہ آپ یہاں رہیں۔ ورنہ آپ تو غیر ملکی پناہ کے لیے اپلائی کرنے کا کہہ رہی تھیں۔ بھاگنا اس مسئلے کا حل تو نہیں ہے۔''

یشا نرمی سے مسکرادی۔ ''تم کتنی سمجھدار ہوگئی ہو جولی۔'' اور پھر گردن اٹھا کے اس محل نما گھر کی اونچی چھت کو دیکھا۔

''مجھے برا اس لیے لگ رہا ہے کیونکہ میں نے پہلی دفعہ تمہاری فیملی سے تعلق کا فائدہ اٹھایا ہے۔ اور میرے ضمیر پہ یہ چیز بہت بوجھ دے رہی ہے۔ ان شاءاللہ میں اس فیور کو ضرور لوٹاؤں گی۔'' وہ مسکرا کے بولی تو جولیانہ نے بھی مسکرا دی۔

''میں آپ کو آپ کا روم دکھاتی ہوں۔ آجائیں۔'' وہ خوشی خوشی ان دونوں کو لیے راہداری کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆=========☆☆

تالیہ نے گھڑی دیکھتے ہوئے گنتی مکمل کی اور بنچ سے اٹھی۔ وہ ابھی تک پانی کے قریب کھڑا تھا۔ تالیہ کی جانب پشت تھی۔

وہ اس سے چند قدم پیچھے رکی اور کھنکھاری۔

''اگر تم اتنے خفا ہو تو ابھی تک یہاں کیوں ہو؟''

جواب میں اس نے خفگی سے تالیہ کو دیکھا اور جانے کے لیے تیزی سے مڑا۔ وہ سرعت سے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ ایڈم کا راستہ رک گیا۔

''تم مجھ سے خفا نہیں ہو مان لو۔'' وہ زور دے کر بولی۔

''مجھے آپ سے خفا ہونے کا حق بھی نہیں ہے۔'' وہ اتنی ہی تندی سے بولا۔ اس کا چہرہ اب کسی اجنبی کا چہرہ نہیں تھا۔ یہ ایڈم تھا۔ پرانا ایڈم۔

''تم سمجھتے ہو میں جان بوجھ کے پیچھے رہ گئی؟ یہی سوال میں تم سے پوچھوں اگر؟ تم میرے بغیر کیوں گئے؟ میرا انتظار کیوں نہیں کیا؟ دروازہ کیوں بند کر دیا؟ جانتے ہو میں چھ سال کے لیے وقت کے دروازے میں مقید ہو گئی تھی۔''

وہ اتنی درشتی سے بولی کہ ایڈم کے تاثرات بدلے۔ ماتھے کی سلوٹیں غائب ہوئیں۔

''واٹ؟ آپ چھ سال کے لیے قید ہو گئی تھیں؟''

''آف کورس نہیں۔ یہ تو میں نے تمہارا موڈ درست کرنے کے لیے کہا تھا۔'' وہ ہلکی سی ہنسی۔ ایڈم نے بھنویں بھینچ کے اسے دیکھا۔ وہ سنجیدہ ہوئی۔

''پچھلے چھ سال میرے لیے نہیں گزرے ایڈم۔ میرے لیے صرف ایک لمحہ گزرا تھا۔ دروازہ بند ہوا میں نے کھولا اور دیکھا تو آگے ۲۰۲۳ کا ملاکہ تھا۔ وقت آگے بڑھ گیا تھا اور میں پیچھے رہ گئی تھی۔''

ایڈم کے شانے ڈھلک گئے۔ وہ بس اچنبھے سے اسے دیکھے گیا۔

''سوچ رہے ہو کہ اب کس بات پہ خفگی ظاہر کرو؟ جبکہ تمہارے پاس وجہ ہی نہیں بچی۔''

''مجھے کیا معلوم کہ آپ سچ کہہ رہی ہیں یا نہیں۔'' اس نے آواز کو خفا بنانے کی کوشش کی۔ ماتھے کو پھر سے شکن آلود کرنا چاہا۔

''آؤ.....کافی پیتے ہیں۔'' اس نے ہیٹ ترچھا کیا' اور اسے چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ اسی خفا شکل کے ساتھ اس کے ساتھ چل دیا۔

پیچھے گھاس پہ ایک واکنگ ٹریک بنا تھا۔ دونوں اس پہ چلتے چلتے آگے آئے۔ درختوں کے بیچ خاموشی سے چند موڑ کاٹے یہاں تک کے سوپ اور کافی کے کارٹ دکھائی دینے لگے۔

وہ دونوں ایک کارٹ کے پاس رکے۔ تالیہ نے ہیٹ اتار کے کارٹ کے ایک ہک سے لٹکایا اور سیلز مین کو دو نوٹ پکڑائے۔ کافی کا آرڈر دینے کے بعد وہ اس کی طرف گھومی۔

''کیسے گزرے تمہارے پچھلے سال؟''

''وقت آپ کے لیے واقعی نہیں گزرا؟'' وہ ابھی تک مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ تالیہ نے کندھے اچکائے۔

''میں ایک دفعہ تمہیں بتا چکی ہوں اور تمہیں یقین بھی آ چکا ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ یادداشت والا ناٹک؟''

ایڈم نے جیبوں میں ہاتھ ڈالے کندھے جھٹکے اور دور نظر آتی جھیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''یہ آسان تھا۔''

''جھوٹ بولنا؟''

''ماضی سے بھاگنا۔ چاہے آپ ہمارے ساتھ آتیں' چاہے نہ آتیں' میں نے مراد راجہ کی قید میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میں یادداشت کھونے کی اداکاری کروں گا۔ مجھے آپ کی کہانی سے نکلنا تھا۔ اپنی کہانی از سر نو لکھنی تھی۔ اپنے آپ کو اس سب سے نکالنا تھا۔''

''کیا اس طرح تکلیف کم ہو جاتی ہے؟''

''پتہ نہیں۔'' اس نے سیلز مین سے کافی کے کپ پکڑے۔ پھر ایک کپ تالیہ کو تھمایا۔ دونوں ایک دفعہ پھر پتھریلی روش پہ چلنے لگے۔ سورج اب ڈوب رہا تھا اور جامنی اندھیرا چھا رہا تھا۔

''لیکن یوں حالات آسان ہو گئے۔ پولیس نے آپ کی وجہ سے تنگ کرنا چھوڑ دیا۔ وہ لوگ جو میری جان کے دشمن بنے ہوئے تھے' انہوں نے بھی میرا پیچھا چھوڑ دیا۔ میری یادداشت کھونے کی کہانی نے مجھے مزید پاپولر کر دیا۔ مجھے ایک شو مل گیا جہاں میں اس بارے میں بات کیا کرتا تھا۔ کہ کیسے میں نیند سے جاگا تو میں ایک سیلیبریٹی اور دو کتابوں کا مصنف تھا۔ چند

لوگوں نے اس بات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ میں نے انہیں فائدہ اٹھانے دیا پھر ان کی دھوکہ دہی کو ثبوتوں کے ساتھ بے نقاب کر دیا۔ یوں میرا شو مزید ترقی کر گیا۔ پولیس' میڈیا' عوام' سب نے میری بات مان لی۔"

"اور فاتح؟"

"انہوں نے مجھ سے تعلق ختم کر لیا اور میں نے ان سے۔ گو کہ مجھے یقین ہے ان کو کبھی یقین نہیں آیا۔ لیکن وہ اس بات کا اعتراف نہیں کریں گے۔"

"اور کیسا لگا یہ سارا کون گیم کھیل کے؟"

"کلین سلیٹ کسے بری لگتی ہے؟ خود کو ایسے ظاہر کرنا جیسے نیا نیا دنیا میں آیا ہو۔ یعنی کہ شہرت کی دنیا میں۔ میں نے از سرِ نو اپنی کہانی لکھی۔ نئے دوست بنائے۔ سب کچھ نئے سرے سے کیا۔ لیکن سکون.....وہ نہیں ملا۔ شاید وہ انسان کے لیے اس دنیا میں لکھا ہی نہیں گیا۔" وہ کافی پیتے ہوئے قدم اٹھا رہا تھا۔

"مجھے پہلے ہی دن بتا کیوں نہیں دیا؟ اوہ اور میں جانتی ہوں جب میں تمہارے گھر آئی تھی تو تم نے کیا کیا تھا۔"

"کیا کیا تھا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"تم نے راہداری میں لگے کیمرے سے مجھے دیکھ لیا تھا۔ تم نے اپنی سیکرٹری کو کال کی۔ اسے کہا کہ وہ لفٹ سے اوپر آئے اور ہاتھ میں موجود چیزیں گرا دے۔ پھر تم باہر نکلو گے اور اس سے اونچی آواز میں باتیں کرو گے۔ تم چاہتے تھے کہ میں وہ سب سن کے تمہاری یادداشت والی کہانی پہ یقین کر لوں۔"

"ظاہر ہے۔ میں جانتا تھا کہ آپ چھپ کے گفتگو ضرور سنیں گی۔ کچھ عادتیں کبھی نہیں بدلتیں۔" ایڈم نے گہری سانس لی۔ پھر گھونٹ بھرتے ہوئے اس کو دیکھا۔ وہ اب پہلے سے بہتر لگ رہا تھا۔

"کیا ایک لمحے کے لیے بھی آپ کو یقین نہیں آیا تھا میری کہانی پہ؟"

"اونہوں۔ جب میں نے سنا تھا تو میں چونکی تھی۔ میرا دل زور سے ڈوبا تھا۔ پھر میں نے تمہارا ایک انٹرویو نکالا اور دیکھا کہ تم کہاں بیٹھے تھے۔ تم اپنی لائبریری میں بیٹھے تھے۔ اور تم نے اپنی لائبریری کے ریکس کو بالکل اسی طرح سیٹ کیا تھا جیسے بابا کے کتب خانے کو تم نے اپنی نگرانی میں سیٹ کروایا تھا۔ وہی سیٹنگ' وہی اونچے نیچے ریک اور ان کے اتنے خانے۔ حالانکہ تمہاری لائبریری ماڈرن طرز پہ بنی تھی۔ بظاہر قدیم ملاکہ سے بالکل مختلف لیکن جیسے ہی میں نے وہ ریک دیکھے مجھے معلوم ہو گیا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"اوہ تو۔ مجھے کتابوں نے پکڑوا دیا۔" اس نے افسوس سے سر جھٹکا۔

"لیکن ہو سکتا ہے مجھے وہ کتب خانہ خواب میں نظر آتا ہو۔"

"تب تم لائبریری کو قدیم لُک دیتے۔ تم نے اسے جدید لُک دی تھی۔" اس نے یاد دلایا۔ "اور تم نے اداکاری بھی اچھی کی۔ جنگل کے خوابوں کا تذکرہ.....وغیرہ وغیرہ.....لیکن مجھے کبھی یقین ہی نہیں آیا کہ تم سچ بول رہے ہو۔"

"پھر بھی آپ نے ظاہر کیا کہ آپ نے میرا یقین کر لیا ہے۔ وقت کے سوال حل کرلو ایڈم وغیرہ وغیرہ....." ایڈم نے مسکرا کے سر جھٹکا۔ اس کی شرمندگی کم ہوتی جا رہی تھی۔ "یا شاید آپ مجھے جانتی تھیں۔"

چند لمحے تک وہ دونوں خاموشی سے واک کرتے رہے۔ پھر ایڈم نے پوچھا۔

"داتن سے ملاقات ہوئی آپ کی؟"

"نہیں۔ وہ کہاں ہے؟"

"معلوم نہیں۔ انہوں نے پہلے سال مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ میں نے پہچاننے سے انکار کیا تو دوبارہ رابطہ نہیں کیا۔" وہ مغمومیت سے بولا۔ پھر چونکا۔ اور رک گیا۔ تالیہ بھی ساتھ ہی رکی۔

"ایک منٹ۔ آپ نے کہا کہ میں میشا کو جانتا ہوں۔ ہم مل چکے ہیں اور مجھے یاد نہیں ہے۔ اب چونکہ آپ جانتی ہیں کہ مجھے سب یاد ہے تو بتائیں۔ میں اس عورت سے کبھی نہیں ملا۔"

تالیہ نے افسوس سے اس کو دیکھ کے نفی میں سر ہلایا۔ "تم نے واقعی اس کو نہیں پہچانا؟"

"نہیں۔ میں اسے کیسے پہچان سکتا ہوں؟" وہ واقعتاً الجھ کے بولا۔

"اوہ ایڈم۔" وہ گہری سانس لے کر بولی۔ "تم اس سے ملے تھے۔ ساڑھے چھ سال پہلے۔ عصرہ کی گیلری میں۔ وہ ایک پینٹنگ خریدنے آئی تھی اور تم نے اسے راہداری میں روک کے کچھ کہا تھا۔"

"میں نے اسے کیا کہا تھا؟"

"یہی کہ وہ تنکو کامل کی ملازمہ ہے۔"

ایڈم بن محمد بالکل ساکت ہو گیا۔ "میں نے وہ آپ سے کہا تھا۔"

"نہیں۔ تم نے وہ ایک آرٹسٹ، سوشلائیٹ، امیر عورت سے کہا تھا جو کے ایل میں جانی پہچانی تھی۔ جس کے بال سنہرے تھے اور وہ وان فاتح کی فیملی سے تعلقات بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔"

ایڈم کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ جھیل کنارے سارے پارک میں موت کا سناٹا چھا گیا۔

"میشا تاج کون آرٹسٹ ہے....."

''بالکل۔ وہ کاپی کیٹ ہے۔ اس کی شکل دیکھو۔ پچھلے سال پہلے میں ایسی لگا کرتی تھی۔ اس کے بال' اس کے منی کوٹ... ہیٹ.... نگینوں والے زیورات.... آرٹ میں دلچسپی.... ایک ظالم اسٹا کرایکس ہزبینڈ.... اور فاتح کے ایک فیملی ممبر کے ذریعے اس کے گھر میں داخل ہونے کی کوشش.....''

''وہ تالیہ مراد ہے۔ وہ پچھلے سال پہلے کی تالیہ مراد ہے۔'' وہ دم سادھے اسے دیکھ رہا تھا۔

''اور حیرت ہے تم نے اسے نہیں پہچانا۔ فاتح نے بھی نہیں۔ اتنے برس جو گزر چکے ہیں۔ تم دونوں نے تالیہ کو بھلا دیا۔ لیکن کوئی ہے جس نے تالیہ مراد کو نہیں بھلایا۔ کوئی ہے ایڈم جو ہم تینوں کو جانتا ہے۔ تم نے دیکھا وہ لڑکی کیا فوٹوگراف کرتی ہے؟ سیاہ گھوڑے۔ قدیم قلعوں کے سامنے کھڑے سیاہ گھوڑے۔ وہ فاتح کا گھوڑا تھا قدیم ملاکہ میں۔ کوئی ہے جس نے عین تالیہ مراد کی پروفائل پہ ایک عورت کو تیار کیا ہے اور وان فاتح کی زندگی میں داخل کیا۔''

''وہ کون دومن ہے۔ ییشا تاج ایک کون دومن ہے۔'' ایڈم نے ماتھے کو چھوا۔ وہ ششدر رہ گیا تھا۔

''بالکل۔ اور وہ کون دومن مجھے دیکھ کے پریشان ہوگئی ہے۔ وہ فاتح کے قریب رہ کے جو بھی کرنا چاہ رہی ہے وہ اس میں تیزی لے آئے گی۔ میری موجودگی سے اس کو خطرہ ہے۔''

''آپ جانتی ہیں اسے کس نے بھیجا ہے؟''

''نہیں۔ میں اس عورت کو بھی نہیں جانتی۔ لیکن وہ یا اس کے پیچھے جو بھی ہے' اس نے تالیہ مراد کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے اور اسے ہمارے قدیم ملاکہ کے بارے میں بھی علم ہے۔ اس نے تالیہ کے عکس پہ ییشا کو بنایا ہے۔ وان فاتح نے اس کو اپنے قریب جگہ اس لیے دی ہے کیونکہ وہ اس میں مجھے دیکھتے ہیں اور وہ خود بھی اس بات سے واقف نہیں ہیں۔ مجھے اور تمہیں ایڈم بن محمد' صرف میری بے گناہی نہیں ثابت کرنی بلکہ ہمیں فاتح کو اس عورت سے بھی محفوظ کرنا ہے۔ جو ہمیں کرنا آتا ہے' اس سے ہم نے پھر سے اپنی جان بچانی ہے۔''

اس نے کافی کا گھونٹ بھرا اور روش پہ چلنے لگی۔ ایڈم سائیں سائیں کرتے دماغ کے ساتھ اس کے ساتھ چل دیا۔ وہ جانتا تھا تالیہ کے پاس پلان ہوگا۔ تالیہ کے پاس ہمیشہ پلان ہوتا تھا۔

☆☆=========☆☆

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)